بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ

تم فرما دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہو تو اس (جبریل) نے تو تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اتارا۔

(پ ۱ سورۃ البقرہ ۹۷)

علیہ السلام
جبریل کی حکایات

ان حکایات میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات، صحابہ کرام و اہلِ بیت عظام علیہم الرضوان کے بلند و بالا درجات کا دلکش بیان ہے اور مسلکِ حق اہلسنت کی تائید و عقائدِ باطلہ کی تردید نفیس و حسین پیرایہ میں کی گئی ہے۔

مؤلف:
سلطان الواعظین مولانا ابوالنور محمد بشیر صاحب کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ

(ناشر) فرید بک سٹال ۔ ۴۰ اردو بازار ۔ لاہور
فون نمبر: 312173

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

پہلی نظر

سچی حکایات۔مثنوی کی حکایات۔سنی علماء کی حکایات۔دیوبندی علماء کی حکایات۔عورتوں کی حکایات اور شیطان کی حکایات۔ میں نے لکھیں آپ نے پڑھیں اور پسند کیں۔حکایات کے رنگ میں مسلکِ حق اہلسنّت کی تائید اور عقائد باطلہ کی تردید کا سلسلۂ حکایات بہت مفید ثابت ہوا۔عزیزی رشید احمد سلمہ نے ایک روز مجھ سے کہا اگر آپ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بھی کچھ حکایات جمع کر کے ان پر اپنے سبق لکھیں تو یہ بھی مفید ہوگا۔چنانچہ میں نے اس کے کہنے پر حضرت جبرئیل علیہ السلام کی بھی چند حکایات جمع کیں اور ان پر مفصل و مدلل سبق لکھ ڈالے۔لیجئے پڑھئے۔ان شاءَ اللہ ان حکایات واسباق کو بھی پڑھ کر آپ محظوظ ہوں گے۔

ابوالنور محمد بشیر

حضرت جبرئیل علیہ السلام کیوں پیدا کئے گئے

حضرت سیّدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابریز شریف میں فرماتے ہیں:

وسیّدنا جبریل علیہ السلام انما خلق لخدمت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم (جواہرالبحار، ج ا ص ۲۵۴)

ترجمہ: جبریل علیہ السلام کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔

حسن میاں علیہ الرحمتہ نے اسی کا ترجمہ اس شعر میں فرمایا ؎

خدا نے جب ازل میں نعمتیں تقسیم فرمائیں
لکھی جبریل کی تقدیر میں خدمت محمد کی

حضرت دبّاغ رضی اللہ تعالیٰ عنہ **پھر** فرماتے ہیں:

لو عاش سیّدنا جبریل مائة الف عام الی مائة الف عام الیٰ مالا نہایة له ما ادرك

ربعا من معرنة النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ولا من علمه بربه تعالیٰ (صفحہ مذکورہ)

جبریل علیہ السلام اگر لاکھوں سال اور بے نہایت عرصہ تک بھی زندہ رہیں

پھر بھی وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم و عرفان کا چوتھائی حصہ بھی حاصل نہیں کر سکتے۔

پھر فرمایا، جبریل علیہ السلام کو جو شان و مرتبہ ملا وہ سب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت کی بدولت ملا ہے۔ ؎

لاَوَ ربِّ العرش جس کو جو ملا اُن سے ملا
بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی

﴾حکایت نمبر۱﴿

جبریل علیہ السلام کی عمر

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، اے جبریل! تمہاری عمر کتنی ہے؟ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، حضور! اتنا جانتا ہوں کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا۔ میں نے اسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ **حضور** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

وعزة ربی انا ذلك الكوكب

میرے ربّ کی عزت کی قسم! میں ہی وہ نورانی تارہ ہوں۔

(روح البیان، ج۱ص ۹۷۴ ۔زیرِتفسیر لقد جاء كم رسول من انفسكم)

سبق......خدا تعالیٰ نے اپنے لئے فرمایا۔ الحمد لله ربّ العٰلمين اور اپنے محبوب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے فرمایا۔ وما ارسلنك والا رحمة للعالمين ۔ اللہ رب العالمین ہے اور حضور رحمۃ للعالمین۔ عالمین جمع ہے عالم کی۔ عالم بہت سے ہیں۔ ماضی کا عالم۔ حال کا عالم۔ مستقبل کا عالم۔ فرشتوں کا عالم۔ جنوں کا عالم۔ انسانوں کا عالم۔ جمادات کا عالم۔ نباتات کا عالم۔ حیوانات کا عالم۔ مغرب کا عالم۔ مشرق کا عالم۔ جنوب کا عالم۔ شمال کا عالم۔ بچپن کا عالم۔ جوانی کا عالم۔ بڑھاپے کا عالم۔ اسی طرح جتنے بھی عالم ہوسکتے ہیں ان سب کو جمع کریں تو ایک عالمین بنتا ہے۔ خدا ان سب عالموں کا ربّ یعنی پالنے والا ہے۔ یہی لفظ عالمین رحمۃ للعالمین میں بھی ہے اور عالمین کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ گویا حضور اُن سارے عالموں کیلئے رحمت ہیں جن کیلئے اللہ ربّ ہے۔ اور حضور کی رحمت اتنی ہی وسیع ہے جتنی اللہ کی ربوبیت وسیع ہے۔

ربّ کا معنی ہے پالنے والا۔ خدا نے ماں کیلئے بھی یہ لفظ اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ ماں باپ کیلئے یوں دعا مانگنے کا حکم دیا کہ

وقل ربّ ارحمهما كما ربينى صغيراً (پ۱۵۔ع۳)

عرض کر کہ میرے ربّ تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

كما ربيانى میں یہی لفظ رب موجود ہے۔ ماں باپ دونوں بچے کے پالنے والے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ماں باپ کی اس ربوبیت کے اظہار کیلئے ماں باپ کے سینے میں پہلے بچے کیلئے رحمت و پیار کو پیدا فرمایا اگر ماں باپ کے سینے میں بچے کیلئے رحم و پیار موجود نہ ہو تو وہ کبھی بچے کو پال نہ سکیں۔ ماں باپ اپنا سکھ، چین اور راحت سب کچھ بچے کیلئے قربان کردیتے ہیں تب جا کر بچے کی پرورش ہوتی ہے۔ گویا ربوبیت کیلئے پہلے رحمت کا ہونا ضروری ہے۔

خدا تعالیٰ نے بھی اپنا ربّ العالمین ہونا ظاہر فرمانے کیلئے پہلے رحمۃ للعالمین کو پیدا فرمایا۔ اگر رحمۃ للعالمین پیدا نہ ہوتے تو اللہ کے ربّ العالمین کا اظہار نہ ہوتا۔ اسی لئے حدیثِ قدسی میں وارد ہے' خدا فرماتا ہے:

لولاک کما اظھرت الربوبیۃ (مکتوباتِ امام ربانی، ج۳ص۲۳۲)

میرے محبوب! اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت ظاہر نہ فرماتا۔

یہ حدیثِ قدسی حضرت مجدد الف ثانی علیہ رحمۃ نے مکتوبات شریف میں درج فرمائی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت کے اظہار کیلئے سارے عالموں سے پہلے رحمۃ للعالمین کو پیدا فرمایا گیا ؎

ترا قدِ مبارک گلبنِ رحمت کی ڈالی ہے
تجھے بو کر بنا اللہ نے رحمت کی ڈالی ہے

خدا کی پہلی مخلوق

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے جابر!

ان اللّٰہ خلق قبل الا شیاء نور نبیک (مواہب لدنیہ، ج۱ص۹)

اللہ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا۔

معلوم ہوا کہ ساری مخلوقات سے پہلے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا ہوا اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی مخلوق ہیں۔ صرف اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور عالمین کو وجود میں آنے کیلئے خدا کی ربوبیت کا مربوب بننا ضروری تھا اور خدا کی ربوبیت کے اظہار کیلئے پہلے رحمت کا ہونا ضروری تھا۔ رحمت ہوتی تو اظہارِ ربوبیت ہوتا۔ رحمت نہ ہوتی تو اظہارِ ربوبیت بھی نہ ہوتا تو عالمین کا وجود ہی نہ ہوتا اس لئے رحمت کو عالمین پر تقدم حاصل ہے اگر عالمین میں کوئی ایسا وقت بھی تسلیم کیا جائے کہ عالم ہو اور رحمت نہ ہو تو اس صورت میں حقیقی معنوں میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقی معنوں میں رحمۃ للعالمین نہ ہونگے اس لئے کہ عالمین میں کچھ حصہ رحمت کے بغیر بھی نظر آیا مگر ربّ نے یہ منظور نہ فرمایا اور پہلے نورِ رحمۃ للعالین کو پیدا فرما کر پھر عالمین کو پیدا فرمایا۔

چونکہ جبریل علیہ السلام بھی عالمین میں شامل ہیں اس لئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جبریل علیہ السلام سے بھی تقدم حاصل ہے جبریل علیہ السلام اتنی طویل عمر کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ہی پیدا ہوئے اوّل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی ہیں۔

شارح بخاری حضرت امام قسطلانی علیہ الرحمۃ اوپر کی حدیثِ نور درج فرما کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا تو اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت تھی نہ دوزخ، نہ کوئی فرشتہ تھا نہ آسمان نہ زمین نہ چاند نہ سورج نہ کوئی جن نہ انسان کچھ بھی نہ تھا پھر خدا تعالیٰ نے جب مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چار حصے میں تقسیم فرمایا۔

پہلے حصے سے قلم قدرت کو پیدا فرمایا، دوسرے حصے سے لوح محفوظ کو پیدا فرمایا، تیسرے حصے سے عرش کو پیدا فرمایا، چوتھے حصے کو چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصہ سے حاملین عرش کو پیدا فرمایا، دوسرے حصے سے کرسی کو پیدا فرمایا، تیسرے حصے سے باقی تمام فرشتوں کو پیدا فرمایا، چوتھے حصے کو پھر چار حصے میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصہ سے آسمانوں کو پیدا فرمایا، دوسرے حصے سے زمینوں کو پیدا فرمایا، تیسرے حصے سے جنت و دوزخ کو پیدا فرمایا، چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرمایا اور پہلے حصہ سے مومنوں کی آنکھوں کا نور پیدا فرمایا، دوسرے حصہ سے مومنوں کے دلوں کا نورِ معرفت پیدا فرمایا اور تیسرے حصہ سے ساری کائنات کو پیدا فرمایا۔ (مواہب لدنیہ، ج ا ص ۹)

معلوم ہوا نورِ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر تقدم حاصل ہے اور ہر کمال، جلال و جمال اسی نور کی بدولت ہے۔

حضرت امام قسطلانی کی تشریح حدیث سے ثابت ہوگیا کہ ساری مخلوق بشمولیت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کی بدولت معرض وجود میں آئی اور حضور ساری مخلوق بشمولیت جبریل سے بھی پہلے پیدا کئے گئے۔

جبریل علیہ السلام نے اپنی عمر کی طوالت سنانے کیلئے کہا کہ چوتھے حجاب میں ایک نورانی تارہ ستر ہزار برس کے بعد چمکتا تھا۔ میں نے اُسے بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ اور جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جواب سنا کہ وعزۃ ربی انا ذالک الکوکب میرے ربّ کی عزت کی قسم! میں ہی وہ نورانی تارہ ہوں۔ تو جبریل علیہ السلام کو پتا چلا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو مجھ سے بھی پہلے کے ہیں۔

بشریت

حضورصلی اللہ علیہ وسلم جبریل علیہ السلام سے بھی پہلے کے ہیں اور آدم علیہ السلام جبریل کے بعد پیدا فرمائے گئے اور بشریت کی ابتداء حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی موجود تھے جب کہ بشریت شروع بھی نہیں ہوئی تھی۔ موجود بھی تھے اور نبی بھی تھے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کنت نبیا و آدم بین الماء والطین میں اُس وقت بھی نبی تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی پانی ومٹی ہی میں تھے۔ گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور اس وقت بھی شانِ نبوت لئے ہوئے جگمگا رہا تھا جبکہ ابوالبشر پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ معلوم ہوا کہ نبوت کیلئے بشریت کا ہونا ضروری نہیں اگر ضروری ہوتا تو ابوالبشر آدم علیہ السلام سے پہلے آپ نبی کیسے ہوسکتے تھے۔ نبی کیلئے بشر ہونا ضروری نہیں مگر ہماری ہدایت کیلئے نبی کا بشریت کے لباس میں آنا ضروری ہے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے آپ ہماری ہدایت کی خاطر بشریت کا جامہ پہن کر تشریف لائے۔ نبوت بشریت کی محتاج نہیں اُمت محتاجِ بشریت ہے اپنی ہدایت کے واسطے۔

عارضی بشریت

حضرت امام واسطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آیت یدُ اللّٰہ فوق ایدیھم کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اخبر اللّٰہ بھٰذا الآیۃ ان البشریۃ فی نبیہ عاریۃ و اضافیۃ لا حقیقۃ (روح البیان، ج۴ص۱۵)

اس آیت میں اللہ نے خبر دی ہے کہ نبی کی بشریت عارضی واضافی ہے حقیقی نہیں ہے۔

یہ بڑے بڑے ائمہ و بزرگانِ دین کا فیصلہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت عارضی ہے حقیقت آپ کی نور ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کھانا پینا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہنے والے کہتے ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی ہماری طرح کھاتے پیتے رہے پھر وہ ہماری مثل بشر کیوں نہیں؟ ہم کہتے ہیں بے شک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھایا پیا مگر ہماری طرح وہ کھانے پینے کے محتاج نہیں تھے کیونکہ آپ خود فرماتے ہیں:

انی لست مثلکم انی ابیت یطعمنی ربی و یسقینی (بخاری شریف، ج۲ص۱۰۸۴)

میں تمہاری مثل نہیں ہوں میں اپنے ربّ کے ہاں رات گزارتا ہوں میرا ربّ مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں مگر آپ نے جو کھایا پیا اس لئے نہیں کہ آپ کھانے پینے کے محتاج ہیں بلکہ اس لئے کھایا پیا تا کہ اُمت کو کھانا پینا جائز ہو جائے اور اُمت کو کھانے پینے کی تعلیم دے سکیں۔ چنانچہ شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

کان علیہ الصلوٰۃ والسلام بشری الظاھر لملکوتی الباطن وکان علیہ السلام لایاتی الیٰ شی من احوال البشریۃ الا تا نیسا لامتہ و تشریعا لھا لا انہ محتاج الیٰ شی من ذالک (مواہب لدنیہ، ج ا ص ۳۴۲)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہر میں بشریت ہے اور باطن میں ملکوتیت آپ بشریت کے تقاضوں میں سے جس تقاضے کو بھی اپناتے (مثلاً کھانا پینا، سونا، جاگنا وغیرہ) اسلئے نہ اپناتے کہ آپ اس کے محتاج ہیں بلکہ اسلئے اپناتے کہ وہ تقاضے امت کیلئے جائز ہو جائیں اور اُمت ان سے مانوس ہو جائے۔

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر نا کھاتے نہ پیتے تو اُمت کیلئے بھی کھانا پینا جائز نہ ہوتا اس لئے کھایا پیا تا کہ اُمت کیلئے کھانا پینا جائز ہو جائے اور اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ کھاتے پیتے تو اُمت کو کھانے پینے کا سلیقہ وطریق کیسے معلوم ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھا کر اور پی کر اُمت کو کھانے پینے کے طریق سے مانوس کیا۔ آپ کا کھانا پینا گویا تعلیم اُمت کیلئے ہے آپ کو خود کھانے پینے کی حاجت نہ تھی۔

تعلیم

دیکھئے ایک استاد جو خود حافظ قرآن ہے۔ بچے کو قرآن پڑھانے لگتا ہے تو اسے ہجے کر کے پڑھاتا ہے اور اس سے کہتا ہے الف لام زبر اَلْ ، ح م زبر حَمْ ، د پیش دُ اَلْـحَـمْـدُ۔ پہلے استاد ہجے کرتا ہے پھر بچہ۔ اب کوئی بیوقوف استاد اور بچے دونوں کو ہجے کرتے ہوئے دیکھے اور کہہ دے کہ کون کہتا ہے کہ استاد صاحب حافظ قرآن ہیں۔ میں نے تو دیکھا ہے دونوں ہجے کر کے پڑھتے ہیں۔ یہ دونوں برابر ہیں۔ جیسے بچہ ویسے ہی استاد۔ تو فرمایئے ایسے بیوقوف کو کون سمجھائے کہ تم نے غلط سمجھا ہے۔ استاد صاحب کو تو ہجے کرنے کی کوئی حاجت نہیں وہ تو بچے کو پڑھانے کیلئے ایسا کر رہے ہیں اگر وہ خود ہجے نہ کریں تو بچہ یہ ہجے کیسے کر سکے گا اور کیسے پڑھ سکے گا؟

دوسری مثال گونگے آدمی کی ہے۔ گونگے شخص سے چنگا بھلا آدمی بھی گونگا بن جاتا ہے۔ جیسے گونگا اشارے کرتا ہے ویسے ہی وہ آدمی بھی اشارے کرتا ہے تو کیا ان دونوں کو اشارے کرتے ہوئے دیکھ کر یہ کہا جائے گا کہ یہ دونوں ہی گونگے ہیں؟ اور دونوں ایک سے ہیں؟ نہیں بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ گونگا تو ایک ہی ہے دوسرا آدمی محض اُسے سمجھانے کیلئے اشارے کر رہا ہے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جملہ ادائیں اُمت کی تانیس اور تعلیم کیلئے ہیں، ورنہ حضور علیہ السلام کو ان کی کوئی حاجت نہیں۔

لطیفہ

ایک تین سالہ چھوٹے بچے کو ماں نے مارا۔ بچہ روتے ہوئے پلنگ کے نیچے جا بیٹھا۔ اس کا باپ گھر آیا تو بچے کے پٹنے کا معلوم کر کے بچے کو پلنگ کے نیچے سے نکالنے کیلئے وہ بھی پلنگ کے نیچے داخل ہوا۔ بچے نے دیکھا کہ ابا جی بھی یہیں آ رہے ہیں تو بولا ابا جی! آپ کو بھی امی نے مارا ہے۔

اس نابالغ بچے نے ابا جی کو بھی اپنی مثل پٹا ہوا سمجھا۔ حالانکہ بچہ پلنگ کے نیچے پٹ کر آیا تھا اور اس کا باپ بھی آیا تو پلنگ کے نیچے ہی ہے مگر آیا ہے اُسے وہاں سے نکالنے کو۔ دیکھنے میں تو دونوں پلنگ کے نیچے ہیں مگر وجہ الگ الگ ہے۔ اسی طرح ان پیرانِ نابالغ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کھاتے پیتے دیکھ کر انہیں اپنی مثل سمجھ لیا۔ حالانکہ ہمارے کھانے پینے کی وجہ اور ہے اور حضور علیہ السلام کے کھانے پینے کی وجہ اور۔

مولانا رومی علیہ الرحمۃ

حضرت مولانا رومی علیہ رحمۃ نے مثنوی شریف میں لکھا ہے اور کیا خوب لکھا ہے فرماتے ہیں:

ایں خورد گرد پلیدی زیں جدا   واں خورد گرد دہمہ نورِ خدا

فرمایا ہم جو کھاتے ہیں اس کی نجاست بن جاتی ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو تناول فرماتے ہیں وہ نورِ خدا بن جاتا ہے۔ چنانچہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب آپ بیت الخلا تشریف لے جاتے ہیں تو میں وہاں کوئی گندگی نہیں دیکھتی۔

الا کنت اشم رائحۃ الطیب

ہاں وہاں سے خوشبو آتے دیکھتی ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اما علمت ان اجساد نا تنبت علیٰ ارواح اہل الجنۃ فما خرج عنہا من شی ابتلعتہ الارض

کیا تم نہیں جانتی کہ ہمارے جسم اہل جنت کے ارواح پر پیدا کیے گئے ہیں جو چیز ان سے نکلتی ہے اُسے زمین نگل جاتی ہے۔

(خصائص کبریٰ، ج ا ص ۷)

دوسرے مقام پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کا براز مبارک زمین نگل جاتی ہے اور وہ کسی کو نظر نہیں آتا اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ کوئی ہمیں ضعیف روایت ہی سے بتا دے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا براز مبارک کسی نے دیکھا ہو۔ پھر وہ لوگ جن کی گندگیوں کی بدولت اکثر بیماریاں پیدا ہو رہی ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل بننے لگیں تو یہ عقیدہ کیوں گندہ نہ ہوگا؟

نجدیوں کی یہودیانہ حرکت

تفسیر روح البیان عربی زبان میں ایک مشہور مستند اور معتبر تفسیر ہے۔ اہل علم حضرات کی لائبریریوں کی زینت ہے۔ بڑے بڑے جید علماء اس سے مستفید ہوتے ہیں۔ حضرت شیخ علامہ اسمٰعیل حقی بردسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تالیف ہے اس ایمان افروز تفسیر میں جا بجا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات مسلک حق کی تائید اور نجدیت کی تردید میں ٹھوس مواد ملتا ہے۔ نجدیوں کے اشارے پر مکہ مکرمہ کے مدرسہ کے ایک استاد شیخ محمد علی صابونی نجدی نے روح البیان کی ہر وہ عبارت جس سے ان کے مسلک پر زد پڑتی تھی نکال ڈالی ہے اس قسم کی ساری عبارتیں نکال کر ایک مصنوعی روح البیان شائع کردی ہے۔ عزیز محمد افضل بھٹی نے اس سال مجھے وہ مصنوعی روح البیان مکہ معظمہ سے بھیجی ہے اس کا مطالعہ کرنے سے اس نجدیوں کی اس یہودیانہ حرکت کا علم ہوا۔ جبریل امین کی حکایت بھی روح البیان سے نکال دی گئی ہے۔ اس لئے کہ اس سے حضور علیہ السلام کے نور کا ساری مخلوق سے پہلے پیدا ہونا ثابت ہے اور یداللہ فوق ایدیھم کی تفسیر میں حضرت امام واسطی کا ارشاد بھی نکال دیا گیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام کی بشریت عارضی ہے حقیقی نہیں۔ اصل عبارت آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں اس ارشاد سے بھی چونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت کا نور ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے ان دشمنانِ نور و محبانِ ظلمت نے اسے بھی اصل کتاب سے اُڑا دیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو تین نمازیں معاف فرماکر دو نمازوں پر مسلمان کرلیا

مسند امام احمد میں یہ حدیث موجود ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں اس شرط پر مسلمان ہوں کہ نمازیں صرف دو پڑھوں گا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے منظور فرمایا:

فاسلم علیٰ انہ لا یصلی الا صلاتین فقبل ذلک منہ (مسند امام احمد، ج۵ ص۲۵)

پس وہ اس شرط پر مسلمان ہوگیا کہ وہ دو نمازیں ہی پڑھے گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی یہ شرط قبول فرمالی۔ اس حدیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیار ثابت ہوتا ہے کہ نمازیں جو پانچ فرض تھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان میں سے اس شخص کو تین نمازیں معاف فرمادیں اور دو نمازیں اس کی قبول فرمالیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا سردار احمد صاحب محدث اعظم پاکستان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فیصل آباد سے مجھے ایک خط بھیجا۔ جس میں آپ نے فرمایا کہ میں حیدرآباد دکن کی مطبوعہ مسند امام احمد خریدی ہے اور ساری چھان ماری ہے مگر دو نمازوں والی حدیث اس میں نہیں ملی۔ مجھے ارشاد ہوا کہ میں کتب خانہ کی مسند امام احمد کو دیکھوں۔ حضرت والد ماجد فقیہ اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث کی بابت ضرور نشاندہی کی ہوگی اگر یہ نشاندہی مل جائے تو میں انہیں لکھوں کہ کون سی جلد اور کون سے صفحہ پر یہ حدیث ہے چنانچہ میں نے مسند امام احمد کو دیکھا تو پانچویں جلد کے بیرونی صفحہ پر حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ہاتھ سے لکھی ہوئی نشاندہی مل گئی لکھا تھا کہ یہ حدیث اس جلد کے صفحہ ۲۵ پر ہے میں نے حضرت محدثِ اعظم علیہ الرحمۃ کو پورا حوالہ لکھ دیا۔ حضرت نے جواب دیا ظالموں نے اس حدیث کو اصل کتاب سے نکال دیا ہے نجدیوں نے اتنی بڑی ضخیم کتاب چھاپنے پر صرف یہ حدیث نکال دینے کیلئے اتنا خرچ کرڈالا۔

آٹھ دس سال کا عرصہ ہوا کراچی کے ایک نجدی مکتبہ نے حضور غوث اعظم علیہ الرحمۃ کی غنیۃ الطالبین چھاپی جس میں تراویح کی بیس رکعات کی جگہ آٹھ رکعات لکھ دیا گیا اس تحریف کا راز کھل گیا اخبارات نے اس یہودیانہ حرکت کے خلاف اداریے لکھے تو پھر انہوں نے بیس رکعات کی ایک چیپی چھاپ کر آٹھ رکعات کے اوپر چسپاں کردی۔

ترکیوں نے روضہ اقدس کی سنہری جالیوں کے اوپر حجرہ مقدسہ کی پیشانی پر یہ آیت لکھی تھی:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك ناستغفرو الله واستغفر لهم الرسول لو جد والله توابا رحيما

اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے معافی چاہیں

اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (پ۵۔ع۶)

اس آیت شریفہ میں چونکہ گناہگاروں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہونے کا حکم الٰہی ہے اور خدا سے مغفرت پانے کیلئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ وشفاعت کی ضرورت کا بیان ہے اس لئے نجدیوں نے حجرہ مقدسہ کی پیشانی سے اس آیت کو مٹا کر اسکی جگہ ما كان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبين لکھ دیا ہے۔ میں جب ۱۹۵۴ء میں حج کیلئے گیا تو ترکیوں کی لکھی ہوئی یہ آیت موجود تھی پھر میں جو ۱۹۶۰ء میں گیا تو یہ آیت موجود نہ تھی اس کی جگہ ما كان محمد ابا احد من رجا لكم یہ آیت لکھ دی گئی تھی۔ جب میں ۱۹۸۵ء میں گیا تو بھی آیت دیکھی۔ یہ ہے ان نجدیوں کی رسول دشمنی۔

قرآن مجید میں تحریف ممکن نہیں ورنہ یہ نجدی......

☆ وما ارسلنٰك الا رحمة للعٰلمين

☆ يايها النبى انا ارسلنٰك شاهد و مبشرا و راعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا

☆ قد جاء كم من الله نور كتاب مبين

☆ ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك يد الله فوق ايديهم

☆ ما رميت اذ رميت ولكن الله رمىٰ

☆ يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث ويضع عنهم اصرهم النبى اولىٰ بالمؤمنين من انفسهم

اس قسم کی ساری آیت قرآن شریف سے بھی نکال دیتے۔

خوب کہا اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ؎

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی — عشق کے بدلے عداوت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب — اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

خلیل و جبریل علیہم السلام

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو نمرود نے جب آگ میں پھینکا تو جبریل فوراً حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور! اللہ سے کہئے آپ کو وہ اس آتش کدہ سے بچالے۔ آپ نے فرمایا اپنے جسم کیلئے اتنی بلند و بالا ہستی سے یہ معمولی سا سوال کروں۔ جبریل نے عرض کیا تو اپنے دل کے بچانے کیلئے کہئے۔ فرمایا یہ دل اسی کیلئے ہے وہ اپنی چیز سے جو چاہے سلوک کرے۔ جبریل نے عرض کیا حضور اتنی تیز آگ سے ڈرتے کیوں نہیں؟ فرمایا، اے جبریل! یہ آگ کس نے جلائی؟ جبریل نے جواب دیا نمرود نے۔ فرمایا اور نمرود کے دل میں یہ بات کس نے ڈالی؟ جبریل نے جواب دیا ربّ جلیل نے۔ خلیل علیہ السلام نے فرمایا تو پھر ادھر حکمِ جلیل ہے تو ادھر رضائے خلیل ہے۔ (نزہتہ المجالس، ج ۲ ص ۲۰۴)

سبق...... نزہتہ المجالس کی اس روایت سے قبل یہ بھی ہے کہ نمرودیوں نے جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو منجنیق میں رکھ کر آگ میں پھینکنا چاہا تو زمین و آسمان اور فرشتے کانپ اُٹھے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض کرنے لگے الٰہی! یہ لوگ تیرے خلیل کو آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں جبکہ ان کے سوا زمین میں ایک شخص بھی تیری عبادت کرنے والا نہیں ہمیں اجازت دے تاکہ ہم ان کی مدد کریں۔ خدا نے فرمایا وہ میرا خلیل ہے اس کے سوا میرا کوئی خلیل نہیں اور میں اس کا الٰہ ہوں میرے سوا اس کا کوئی الٰہ نہیں اگر وہ تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو اور اگر وہ میرے سوا تم سے مدد نہ چاہے تو میرے اور میرے خلیل کے درمیان سے ہٹ جاؤ میں جانوں یا میرا خلیل۔ پھر پانیوں کا فرشتہ حضرت خلیل علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا اور کہا اگر آپ چاہیں تو میں پانی سے یہ ساری آگ بجھادوں پھر ہوا کا فرشتہ حاضر ہوکر عرض کرنے لگا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں یہ ساری آگ ہوا سے بکھیر دوں۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے فرمایا مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں میرا اللہ مجھے کافی ہے۔ پھر جبریل حاضر ہوئے اور یہی عرض کیا کہ کوئی حاجت ہو تو فرمائیے۔ فرمایا تم سے کوئی حاجت نہیں اس کے بعد جبریل نے عرض کیا کہ حضور! پھر اللہ سے کہئے تو حضرت خلیل علیہ السلام نے وہ جواب دیا جو حکایت کے شروع میں موجود ہے۔

مقام تسلیم و رضا

حضرت خلیل علیہ السلام تسلیم و رضا کے ایسے بلند مقام پر فائز تھے جہاں ان کی نظر صرف خدا کی رضا پر تھی خدا کی مرضی کے سامنے ان کی اپنی کوئی مرضی تھی ہی نہیں۔ اسی لئے انہوں نے فرشتوں سے مدد چاہنے سے انکار کر دیا۔ اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ خدا کے سوا کسی مقبول بندے سے مدد چاہنا شرک ہے۔ اگر کوئی یوں سمجھ بیٹھے اور کہنے بھی لگے تو ہم پوچھیں گے کہ کیا اسلئے شرک ہے کہ خدا کے مقبول بندے مدد کر نہیں سکتے اگر کہا جائے کہ ہاں۔ تو ہم پوچھیں گے کہ پھر فرشتوں نے کیا خدا سے جھوٹ کہا کہ الٰہی ہمیں اجازت دے تا کہ ہم ان کی مدد کریں۔ پانی و ہوا کے فرشتے نے بھی جھوٹ کہا کہ آپ اگر چاہیں تو ہم یہ آگ پانی و ہوا سے بجھا دیں اور جبریل علیہ السلام نے بھی ایسے ہی کہہ دیا کہ کوئی حاجت ہو تو فرمایئے اگر وہ واقعی مدد نہیں کر سکتے تھے تو خدا تعالیٰ سے جب انہوں نے کہا، الٰہی تو ہمیں اجازت دے تا کہ ہم ان کی مدد کریں۔ خدا نے انہیں کیوں نہ فرمایا تم کیسے مدد کر سکو گے جبکہ تم مدد کر ہی نہیں سکتے۔ فرمایا تو یہ فرمایا کہ وہ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو گویا حضور نے ظاہر فرما دیا کہ میری عطا سے مدد کر تو سکتے ہو مگر میرا خلیل تم سے مدد چاہے گا نہیں۔ اسی طرح پانی و ہوا کے فرشتوں کو بھی مدد کرنے کی خداداد طاقت تھی مگر خلیل علیہ السلام نے مدد چاہی ہی نہیں۔ جبریل امین کو بھی حاجت روائی کی خداداد طاقت تھی مگر حضرت خلیل علیہ السلام نے ان سے بھی مدد چاہی ہی نہیں۔

اگر کہا جائے کہ وہ مدد کر تو سکتے ہیں مگر ان سے مدد چاہنا شرک ہے تو ہم کہیں گے کہ فرشتوں نے خدا سے کیا اس امر کی اجازت طلب کی تھی کہ الٰہی ہمیں حضرت خلیل علیہ السلام سے شرک کا ارتکاب کرانے کی اجازت دے اور پانی و ہوا کے فرشتوں اور جبریل نے بھی حضرت خلیل علیہ السلام سے شرک کا ارتکاب کرنے کی درخواست کی تھی۔ (معاذ اللہ)

بات دراصل یہ ہے کہ خدا کے مقبول بندوں میں مدد کرنے کی خداداد طاقت بھی تھی اور حضرت خلیل علیہ السلام ان سے مدد چاہ بھی سکتے تھے مگر اس وقت وہ تسلیم و رضا کے ایسے مقام پر فائز تھے کہ فرشتوں سے بھی چاہنے کو اگر اس وقت تسلیم و رضا کے خلاف سمجھ رہے تھے تو خود خدا سے مدد طلب فرمانے کو وہ تسلیم و رضا کے منافی جانتے ہوئے یوں فرما رہے تھے کہ

﴾ ادھر حکم جلیل ہے ادھر رضائے خلیل ہے ﴿

اسلام چیز کیا ہے خدا کیلئے فنا — ترکِ رضائے خویش پئے مرضیِ خدا

﴿حکایت نمبر۳﴾ جبریل علیہ السلام کا اسپ حیات

بنی اسرائیل میں سامری نام کا ایک سنار تھا یہ قبیلہ سامرہ کی طرف منسوب تھا اور یہ قبیلہ گائے کی شکل کے بت کا پجاری تھا سامری جب بنی اسرائیل کی قوم میں آیا تو ان کے ساتھ بظاہر یہ بھی مسلمان ہوگیا مگر دل میں گائے کی پوجا کی محبت رکھتا تھا چنانچہ جب بنی اسرائیل دریا سے پار ہوئے اور بنی اسرائیل نے ایک بت پرست قوم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اپنے لئے بھی ایک بت کی طرح کا خدا بنانے کی درخواست کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بات پر ناراض ہوئے سامری موقع کی تلاش میں رہنے لگا چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب تورات لانے کیلئے کوہِ طور پر گئے تو موقع پا کر سامری نے بہت ساز یور پگھلا کر سونا جمع کیا اور اس سے ایک گائے کا بت تیار کیا اور پھر اس نے کچھ خاک اس گائے کے بت میں ڈالی تو گائے کے بچھڑے کی طرح بولنے لگا اور اس میں جان پیدا ہوگئی۔ سامری نے بنی اسرائیل میں اس بچھڑے کی پوجا شروع کرادی اور بنی اسرائیل اس بچھڑے کے پجاری بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہِ طور سے واپس تشریف لائے تو قوم کا یہ حال دیکھ کر بڑے غصے میں آگئے اور سامری سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ سامری نے بتایا کہ میں نے دریا سے پار ہوتے وقت جبرئیل علیہ السلام کو گھوڑے پر سوار دیکھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم جس جگہ پر پڑتے ہیں وہاں سبزہ اُگ آتا ہے۔ میں نے اس گھوڑے کے قدم کی جگہ سے کچھ خاک اُٹھائی اور وہ خاک میں نے بچھڑے کے بت میں ڈال دی تو یہ زندہ ہوگیا اور مجھے یہی بات اچھی لگی میں نے جو کچھ کیا اچھا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا جا تو دُور ہو جا اب اس دنیا میں تری سزا یہ ہے کہ تو ہر ایک سے یہ کہے گا کہ مجھے چھو نہ جانا یعنی تیرا یہ حال ہوجائے گا کہ تو کسی شخص کو اپنے قریب نہ آنے دے گا چنانچہ اس واقعی کا یہ حال ہوگیا کہ جو کوئی اس سے چھو جاتا تو اس چھونے والے کو اور سامری کو بھی سخت بخار ہو جاتا اور انہیں بڑی تکلیف ہوتی اس لئے سامری چیخ چیخ کر لوگوں سے کہتا پھرتا کہ میرے ساتھ کوئی نہ لگے اور لوگ بھی اس سے اجتناب کرتے تا کہ اس سے لگ کر بخار میں مبتلا نہ ہو جائیں اس دنیا کے عذاب میں گرفتار ہو کر سامری بالکل تنہارہ گیا اور جنگل میں چلا گیا اور بڑا ذلیل ہو کر مرا۔ (قرآن مجید، پ۱۶ع۱۴۔ روح البیان، ج۲ص۵۹۹ زیرآیت بصرت بما لم یبصروا بہ)

سبق...... جبریل کے گھوڑے کے قدموں کی یہ شان ہے کہ جہاں وہ پڑتے ہیں وہاں سبزہ اُگ آتا ہے گویا اس مٹی میں زندگی پیدا ہو جاتی ہے ایسے قدموں والا گھوڑا وہ ہے جو جبریل کی سواری کیلئے پیدا کیا گیا ہے اور جبریل وہ ہیں جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت گزاری کیلئے پیدا کئے گئے ہیں گویا برکتیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہیں۔

رونے والا ستون

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا نے یہ شان عطا فرمائی ہے کہ آپ نے کھجور کے کٹے ہوئے ایک تنا سے اپنی پشت مبارک لگائی تو اس میں زندگی پیدا ہوگئی چنانچہ احادیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس اعجاز کا ذکر موجود ہے۔

مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب تعمیر ہوئی تو ابتدا میں کوئی منبر نہ تھا کھجور کا کٹا ہوا ایک تنا مسجد میں تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کا خطبہ کھجور کے اس خشک تنا کے ساتھ تکیہ لگا کر دیا کرتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کیلئے منبر نہ تیار کرلیا جائے؟ فرمایا تم چاہتے ہو تو تیار کرلو چنانچہ صحابہ نے آپ کیلئے تین سیڑھی کا منبر تیار کیا پھر جب جمعہ کا دن آیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر رونق افروز ہوکر خطبہ دینے لگے اور وہ خشک تنا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تکیہ لگانے کے شرف سے محروم ہوگیا۔

فصاحت النخلة صياح الصبی (بخاری شریف، ج۱ص۵۰۶)

وہ کھجور کا تنا بچوں کی طرح رونے لگا۔

فسمعنا لذلك الجذع صوتا لصوت العشار (بخاری شریف، ج۱ص۵۰۷)

اس تنا سے حاملہ اونٹنی کی سی رونے کی آوار آتی تھی جو ہم نے سنی۔

صحابہ کرام حیران ہوئے کہ کھجور کے خشک تنا سے رونے کی آواز آرہی ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

حنت الخشبة فاقبل الناس عليها حتى كثر بكاؤهم (خصائص کبریٰ، ج۲ص۷۶)

جب وہ تنا رونے لگا تو لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور صحابہ کرام بھی رونے لگے۔

شاعر نے فرمایا ؎

ستوں کی دیکھ کر حالت صحابہ سر بسر روئے — تمامی حاضرینِ مجلس خیر البشر روئے

رُلائے جبکہ چوب خشک کو آقا کی مہجوری — کہو پھر عینِ فطرت سے نہ کیونکر ہر بشر روئے

اس خشک تنا کو روتے ہوئے دیکھا تو صحابہ کرام بھی رونے لگے یہ کیفیت دیکھ کر

ثم نزل النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضمها اليه فوضع يده عليها فسكت (بخاری شریف، ج۱ص۵۰۷)

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر سے اُترے اور اس کو آغوش میں لے لیا پھر اس پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ چپ ہوا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں اس کو تسلی نہ دیتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ص۴۴۸)

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ معجزہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزہ احیاء موتیٰ سے بھی زیادہ عجیب و افضل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسے مردہ جسم میں جس میں پہلے روح موجود تھی دوبارہ اس روح کو اس میں داخل کردیتے تھے۔ بے شک یہ ایک عظیم معجزہ ہے مگر اس سے بھی عظیم تر یہ معجزہ ہے کہ ایک خشک لکڑی جس میں نہ حیات تھی نہ اس میں یہ صلاحیت کہ اس میں روح داخل ہوسکے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اعجاز سے زندہ ہوگئی اور اس میں انسانی صفات پیدا ہوگئیں اس کا رونا، چلاّنا اور فراقِ حضور کا برداشت نہ کرسکنا اور جوُ اسے حضور کے تکیہ لگانے کا شرف حاصل تھا اس سے محرومی کا احساس اور اسی احساس میں رونا یہ سب صفات ایک لکڑی میں پیدا کردینا یہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا معجزہ ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیار

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر اس کھجور کے خشک تنا سے فرمایا:

اسكن ان تشاء اغرسك فى الجنة فيا كل منك الصالحون وان تشاء ان اعيدك رطبا كما كنت فا ختار الآخرة (خصائص کبریٰ، ج۲ص۷۶)

چپ ہو جا۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں جنت میں لگا دوں تو خدا کے نیک بندے تمہارا پھل کھائیں اور اگر چاہو تو جیسے تم پہلے تھے ویسے ہی تمہیں کھجور کا سرسبز درخت بنا دوں۔ اُس نے آخرت کو پسند کیا۔

دیکھئے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان کہ ایک خشک لکڑی سے گفتگو فرمارہے ہیں اور اس کی مرضی پوچھ رہے ہیں اور یوں فرمارہے ہیں کہ اگر کہو تو میں تمہیں جنتی درخت بنادوں کہو تو پھر پہلے جیسا کھجور کا سرسبز درخت بنادوں۔

'میں بنادوں' گویا میں مختار ہوں جو چاہو گے میں کردوں گا۔

اب پڑھئے۔ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی یہ تحریر کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان، ص۴۷)

مولوی اسمٰعیل سے تو کھجور کا خشک تنا ہی خوش نصیب ثابت ہوا اور اچھا رہا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اختیار تسلیم کرتے ہوئے جنت کا درخت بن گیا۔

درخت کا شعور

ایک اعرابی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے کوئی نشانِ نبوت دکھایئے۔ فرمایا کیا نشان چاہتا ہے؟ کہنے لگا اُس درخت کو اپنے پاس بلایئے، فرمایا جا تو ہی اس درخت سے کہہ کہ تمہیں اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاتا ہے۔ چنانچہ اس اعرابی نے جا کر اس درخت سے کہا کہ تمہیں اللہ کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاتا ہے۔

فمالت عن جوانبها وقطعت عروقها حتی اتت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقالت السلام علیك یا رسول اللّٰہ (خصائص کبریٰ، ج۲ص۳۵)

درخت ہلا اور اپنی جڑیں زمین سے نکالیں پھر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا السلام علیک یا رسول اللہ۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ارجعنی فرجعت مجلست علیٰ عروقها (حوالہ مذکورہ)

واپس چلے جاؤ درخت اپنی جگہ چلا گیا۔

یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیض ہے کہ درخت کو قوتِ سماعت مل گئی اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم سن کر چل پڑا پھر اُسے شعور بھی عطا فرما دیا۔ درخت چلا تو پیچھے کی جانب یا دائیں بائیں نہیں چلا بلکہ جس طرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اُس طرف چلا اور سیدھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ یہ معجزہ دیکھ کر اعرابی مسلمان ہو گیا۔

کنکروں میں زندگی

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چند کنکریاں ہاتھ میں اُٹھائیں۔

فسبحن حتی سمعنا التسبیع (خصائص کبریٰ، ج۲ص۷۵)

تو یہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں اور ان کی آواز ہم نے سنی۔

معلوم ہوا کہ جبرئیل امین کو یہ کمال کہ ان کے گھوڑے کے قدم جہاں پڑیں وہاں آثارِ زندگی پیدا ہو جائیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کے صدقہ میں حاصل ہوا۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے کیا خوب لکھا ہے ؎

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
میرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

گائے کے پجاری

سامری سنار جس قبیلہ کا فرد تھا وہ قبیلہ گائے کا پجاری تھا چنانچہ سامری نے بھی گائے کا بت بنا کر بنی اسرائیل کو گائے کا پجاری بنادیا آج بھی بھارت کے ہندو گائے کے پجاری ہیں اور گائے کو اپنا دیوتا مانتے ہیں یہ گائے ہندوؤں کا خدا ہے اور مسلمانوں کی غذا ہے تو ہم جب ان کے خدا کو کھا جاتے ہیں انہیں ہم کب چھوڑیں گے؟

۱۹۶۵ء کی جنگ میں ہمارے سیالکوٹ چونڈہ محاذ پر ان بھارتی لالاؤں کو عبرتناک شکست ہوئی تھی اس کے متعلق اُن دِنوں میں ایک نظم لکھی تھی جو ماہِ طیبہ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے شعر یہ ہیں ؎

لرزے میں آئی چوٹی ڈھیلی پڑی لنگوٹی
لالے کے سامنے جب آیا سیالکوٹی
اے گائے کے پجاری تو مجھ سے بچ سکے گا
تیرے دیوتا کی جب کہ چھوڑی نہ میں نے بوٹی

﴿حکایت نمبر۴﴾ جبریل علیہ السلام کا استفتاء

ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام فرعون کے پاس ایک استفتاء لائے جس کا مضمون یہ تھا۔ بادشاہ کا کیا حکم ہے ایسے غلام کے حق میں جس نے ایک شخص کے مال و نعمت میں پرورش پائی پھر اس کی ناشکری کی اور اس کے حق کا منکر ہو گیا اور خود ہی مولیٰ ہونے کا مدعی بن بیٹھا۔ اس پر فرعون نے جواب لکھا کہ جو نمک حرام غلام اپنے آقا کی نعمتوں سے پل کر آقا کا انکار کر دے اور اس کے مقابل آ کر خود ہی آقا بن بیٹھے اس کی سزا یہ ہے کہ اُسے دریا میں ڈبو کر ہلاک کر دیا جائے۔ چنانچہ فرعون جب خدا کی گرفت میں آ کر خود دریا میں ڈوبنے لگا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کا وہی فتویٰ اس کے سامنے کر دیا۔ فرعون اپنا ہی فتویٰ دیکھ کر گھبرا گیا اور اپنے ہی فتویٰ کے مطابق غرق ہو گیا۔ (خزائن العرفان، ص ۳۱۱)

سبق...... عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی، ہوا، انسان کے خادم ہیں مگر انسان جب تکبر و غرور اختیار کر لے اور اپنے پروردگار کا منکر ہو جائے تو یہی خادم اس کیلئے عذاب بن جاتے ہیں چنانچہ یہ پانی جو انسان کے نہانے دھونے اور پینے وغیرہ کے کام آتا ہے انسان متکبر و منکر ہو جائے تو اس کیلئے موجبِ عذاب بن جاتا ہے وہی پانی جسے انسان پی جاتا تھا اب اس کیلئے موجبِ ہلاکت بن جاتا ہے۔ عناصر اربعہ جو انسان کے خادم ہیں ان میں سے کسی ایک سے متکبر انسان ہلاک کرادینا ایسے ہی ہے جیسے کوئی باپ انتہائی نالائق نافرمان بیٹے کو اپنے نوکر سے پٹوائے۔

﴿حکایت نمبر۵﴾ جبریل علیہ السلام کی رفتار

ایک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، اے جبریل! کبھی تجھے آسمان سے مشقت کے ساتھ بڑی جلدی اور فوراً بھی زمین پر اُترنا پڑا؟ جبریل نے جواب دیا، ہاں یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! چار مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ مجھے سرعت کے ساتھ فوراً زمین پر اترنا پڑا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کس کس موقع پر؟ جبریل نے عرض کیا:

۱......ایک تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو میں اس وقت عرشِ الٰہی کے نیچے مقام سدرۃ المنتہٰی پر تھا۔ مجھے حکم ہوا جبریل میرے خلیل کے آگ میں پہنچنے سے پہلے فوراً میرے خلیل کے پاس پہنچو۔ چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ اس کے کہ وہ آگ میں پہنچتے ان کے پاس پہنچ گیا۔

۲......دوسری بار جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن اطہر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں ذبح کرنے کی خاطر چھری رکھی تو مجھے حکم ہوا کہ چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچو اور چھری کو اُلٹا کردو۔ چنانچہ میں چھری چلنے سے پہلے ہی زمین پر پہنچ گیا اور چھری کو چلنے نہ دیا۔

۳......تیسری مرتبہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے کنوئیں میں گرایا تو مجھے حکم ہوا کہ میں یوسف علیہ السلام کے کنوئیں کی تہ تک پہنچنے سے پہلے زمین پر پہنچوں اور کنوئیں کی تہ تک پہنچتے میں نے اپنے پروں پر انہیں اُٹھا کر کنوئیں کے ایک پتھر پر بٹھا دیا۔

٤......چوتھی مرتبہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب کافروں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندانِ مبارک کو شہید کیا تو مجھے حکم ہوا کہ جبریل فوراً زمین پر پہنچو اور میرے محبوب کے دندان مبارک کا خون زمین پر نہ گرنے دو۔ زمین پر گرنے سے پہلے ہی وہ خون اپنے ہاتھوں پر لے لوں اور اے جبریل اگر میرے محبوب کا یہ خون زمین پر گر گیا تو قیامت تک زمین سے نہ کوئی سبزی اُگے گی نہ کوئی درخت۔ چنانچہ میں بڑی سرعت کے ساتھ زمین پر پہنچا اور حضور کے خون مبارک کو ہاتھوں پر لے کر ہوا میں اُڑا دیا۔

(روح البیان، ج۳ ص۱۱۱ زیرِ تفسیر یاابراھیم قد صدقت الرؤیا)

سبق......زمین سے آسمان کتنی دور ہے؟ اس کا جواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنئے فرمایا:

بینکم وبینها خمسمائة عام

تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت ہے۔

اور پھر ساتویں آسمان کے درمیان اتنی ہی مسافت بیان فرمائی اور فرمایا:

سماء ان بعد ما بینهما خمسمائة سنة

دو آسمان کے درمیان کی دوری پانچ سو سال کی مسافت کی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا:

ما بین کل سمائین ما بین السماء و الارض (مشکوٰۃ شریف ص۵۰۲)

ہر دو آسمان کے درمیان اتنی ہی دوری ہے جتنی زمین و آسمان کے درمیان۔

زمین سے پہلا آسمان پانچ سو سال کی مسافت کے برابر دور ہے پھر پہلے آسمان سے دوسرے آسمان تک بھی پانچ سو سال کی مسافت اسی طرح ساتویں آسمان تک پانچ پانچ سو سال تک کی مسافت ہے ساتویں آسمان کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ مقام جبریل ہے جہاں شبِ معراج وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں پہنچے تو آگے بڑھنے سے انکار کر دیا اور عرض کیا کہ میں یہیں تک آسکتا تھا آگے اگر بال بھر بڑھا تو انوارِ تجلیات سے میرے پر جل جائیں گے۔ چنانچہ آگے صرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی تشریف لے گئے۔

زمین سے سورج کتنا دور ہے؟

یہ تو تھی زمین سے آسمان کی اور ساتویں آسمانوں کے اوپر سدرۃ المنتہیٰ کی دوری۔ اب آیئے دیکھیں زمین سے یہ سورج کتنی دور ہے موجودہ سائنس بتاتی ہے کہ سورج ہم سے صرف نو کروڑ ۳۰ لاکھ میل دور ہے اور ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سورج کی روشنی ہم تک ۸ منٹ میں پہنچتی ہے۔ (سیارہ ڈائجسٹ لاہور شمارہ اگست ۱۹۶۹ء)

سورج ہم سے نو کروڑ ۳۰ میل دور ہے مگر سدرۃ المنتہیٰ کی دوری کا اندازہ لگایئے تو کئی نو کروڑ میل بھی کم پڑ جائیں گے اور کھربوں میل بن جائینگے نو کروڑ ۳۰ لاکھ میل سے روشنی پر ۸ منٹ میں پہنچتی ہے مگر سورج سے بھی کروڑوں میل دور سدرۃ المنتہیٰ سے جبریل کتنی دیر میں زمین پر پہنچے؟

خلیل علیہ السلام کو آگ میں ڈالتے ہی آگ میں پہنچنے سے پہلے' اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر چھری رکھتے ہی پھرنے سے پہلے' یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں پھینکتے ہی تہ تک پہنچنے سے پہلے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون مبارک نکلتے ہی زمین پر گرنے سے پہلے وہ زمین پر پہنچ گئے اور حضرت خلیل علیہ السلام کو اپنے پروں پر اٹھالیا' حضرت اسماعیل علیہ السلام کی گردن پر پھرنے والی چھری کو الٹا کر دیا' یوسف علیہ السلام کو اپنے پروں پر لے لیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خون مبارک اپنے پروں پر لے لیا۔

سورج سے روشنی ۸ منٹ میں زمین پر پہنچتی اور جبریل سدرۃ المنتہیٰ سے لحہ بھر میں آنکھ جھپکتے ہی زمین پر پہنچ گئے۔ یہ رفتارِ جبریل کہ یہاں سائنس بھی دم بخود ہے اور جبریل علیہ السلام وہ ہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ خادم کی یہ شان ہے اور آقا تو وہ ہیں......

ع اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر

پھر ان کا شب معراج فرش سے آناً فاناً عرش پر جانا اور واپس بھی اسی شان سے ہونا کہ زنجیر در ہل رہے تھے' وضو کا پانی بہ رہا تھا اور بستر مبارک گرم تھا...... کیوں قابل تسلیم وتصدیق نہ ہو؟

خدا کی مدد مقبول بندوں کی وساطت سے

حضرت ابراہیم، حضرت اسمٰعیل، حضرت یوسف اور ہمارے حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام کی یہ مدد اللہ نے فرمائی تو جبریل علیہ السلام کی وساطت سے فرمائی۔ خدا کے اذن سے وہ مدد کرنے آئے اور مدد کی۔ گویا خدا تعالٰی کے مقبول بندے ہماری جو مدد فرماتے ہیں وہ دراصل خدا ہی کی مدد ہوتی ہے مگر ہوتی وہ ان اللہ والوں کی وساطت سے ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس موقع پر ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے میدان اُحد میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو دندانِ مبارک شہید ہوا یہ بات نہیں کہ آپ کا دانت اُکھڑ گیا اور نکل گیا ہرگز نہیں ایک دانت بھی اگر نکل جائے تو یہ ایک عیب اور نقص ہے جس سے منہ کا حسن بھی قائم نہیں رہتا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر عیب ونقص سے پاک اور منزہ ہیں۔ حقیقت یہ ہے جو محدثین کرام نے لکھی ہے کہ دانت مبارک کی دائیں جانب کا تھوڑا سا کنارہ ٹوٹا تھا اور نیچے کا ہونٹ مبارک زخمی ہو گیا تھا جس سے خون مبارک نکلا۔

(مرقاۃ حاشیہ مشکوۃ ص۵۱۵ اور بخاری شریف حاشیہ ص۵۸۳ ج۲)

دانت مبارک کا کنارہ توڑنے والے اور ہونٹ مبارک کو زخمی کرنے والے کا نام عتبہ ابن ابی وقاص تھا اُسے اس جرم کی سزا یہ ملی کہ

لم یولد من نسلہ ولد یبلغ الحنث الا وھو الجزاری مکسورا الثنایا (مواہب لدنیہ، ج ا ص ۹۵)

اس کی نسل میں جو بھی بچہ پیدا ہوتا تھا اور جب وہ بڑا ہوتا تھا تو اس کے دانت ہی پیدا نہ ہوتے تھے۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی گستاخی دین و دنیا کی تباہی کا باعث ہوا۔

گستاخِ رسول سے اللہ کی پناہ

دنیا و دین ہوتے ہیں اس جرم سے تباہ

جبریل اور مریم علیہا السلام

حضرت مریم علیہا السلام ایک روز اپنے مکان میں الگ بیٹھی تھیں کہ آپ کے پاس جبریل امین ایک تندرست آدمی کی شکل میں آئے مریم نے جو ایک غیر آدمی کو اپنے پاس موجود دیکھا تو فرمایا کون ہو اور کیوں آئے ہو؟ دیکھو خدا سے ڈرنا میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں جبریل نے کہا ڈرو مت میں تو اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں۔ لاھب لك غلاما زكيا (پ۱۶ع۵) اور اس لئے آیا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔ مریم بولیں بیٹا میرے ہاں کہاں سے ہوگا میں ابھی بیاہی ہی نہیں گئی اور کسی آدمی نے مجھے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور میں کوئی بدکار عورت بھی نہیں ہوں۔ جبریل بولے یہ ٹھیک ہے مگر ربّ نے فرمایا ہے کہ باپ کے بغیر بھی بیٹا دینا میرے لئے کچھ مشکل نہیں یہ بات میرے لئے آسان ہے ہم چاہتے ہیں کہ تمہارے یہاں بغیر باپ کے بیٹا پیدا کر کے اپنی رحمت کا اور لوگوں کیلئے ایک نشانی کا مظاہرہ کریں اور یہ کام ہو کر ہی رہے گا حضرت مریم یہ بات سن کر مطمئن ہو گئیں۔

فنفخنا فيها من روحنا (پ۱۷،ع۶)

پھر خدا تعالیٰ نے جبریل کے ذریعہ سے مریم میں ایک خاص روح پھونکی۔

تو مریم اسی وقت حاملہ ہو گئیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

وجعلنها وابنها آية للعلمين (پ۱۷،ع۶)

اور اللہ تعالیٰ نے مریم اور ان کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کو سارے جہان والوں کیلئے نشانی بنایا۔

سبق...... اللہ تعالیٰ نے دائرۂ نبوت کو حضرت آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور اس دائرہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم فرمایا اور ہمارے حضور سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات با برکات کو دائرۂ نبوت کے تمام خطوط کا منتہیٰ اور مرکزی نقطہ بنایا نبوت کیلئے ضروری ہے کہ صاحب نبوت عورت نہ ہو مرد ہو عورت نبی نہیں بن سکتی۔ چنانچہ خدا فرماتا ہے:

وما ارسلنا من قبلك الا رجالا (پ۱۳،ع۶)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے۔

اس لئے دائرہ نبوت کو مرد سے شروع کیا اور فقط مرد سے فقط عورت کو پیدا کیا یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت حوا کو پیدا کیا اور جب دائرہ نبوت کو ختم کیا تو فقط عورت سے فقط مرد کو پیدا کیا یعنی حضرت مریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کیا تاکہ دائرہ نبوت کی ابتدا اور انتہا دونوں متناسب رہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ان مثل عيسىٰ عند الله كمثل آدم (پ۳،ع۱۴)

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی شان آدم علیہ السلام جیسی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے خمیر میں چونکہ مٹی شامل تھی اس لئے ان کو آسمان سے زمین پر اُتارا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخۂ جبریل سے پیدا ہوئے اس لئے ان کو زمین سے آسمان پر اٹھایا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کی شان آدم علیہ السلام جیسی ہے خوب ثابت ہوئی۔

آیات قرآنیہ اور احادیثِ نبویہ سے یہ مراد روز روشن کی طرح واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبریل سے پیدا ہوئے۔ جسمانی حیثیت سے حضرت مسیح کا تعلق حضرت مریم سے ہے اور روحانی حیثیت سے افضل الملائکہ جبریل امین سے ہے۔ صورت اگر چہ بشری اور انسانی ہے مگر آپ کی فطرت اور اصلی حقیقت ملکی اور جبرئیلی ہے۔ اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللّٰہ و کلمتہ القاھا الی مریم و روح منہ (پ٦،ع٣)

مسیح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے یہاں کی ایک روح۔

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا ایک کلمہ بھی ہیں جس طرح کلمہ میں ایک لطیف معنی مستور ہوتے ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک میں ایک نہایت لطیف شی یعنی حقیقت ملکیہ مستور اور مخفی ہے۔ چونکہ اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ بھی فرمایا ہے اور روح کا خاصہ یہ ہے کہ جس شے سے وہ ملتی ہے اس کو زندہ کر دیتی ہے اس لئے آپ کو مردوں کو زندہ کو کرنے کا معجزہ عطا کیا گیا اور چونکہ آپ کی ولادت میں نفخہ جبریل کو دخل تھا جیسے کہ فرمایا: فنفحا فیھا من روحنا ہم نے اس میں اپنی ایک خاص روح بذریعہ نفخہ جبریل پھونکی۔ اس لئے 'میں اس میں پھونک مارتا ہوں پس وہ باذن اللہ پرندہ ہوجاتا ہے' کا معجزہ آپ کو عطا ہوا۔ پس جبکہ یہ ثابت ہوگیا کہ آپ کی اصلی فطرت ملکی ہے اور آپ کا اصل تعلق جبریل اور ملائکہ سے ہے اور دوسرا تعلق آپ کا حضرت مریم سے ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ دونوں قسم کا تعلق معرض ظہور میں آئے اور کچھ حصہ حیات کا ملائکہ کیساتھ گزرے اور کچھ حصہ زندگی کا بنی نوع انسان کے ساتھ۔

دستور یہ ہے کہ اگر ولادت اتفاقاً بجائے وطن اصلی کے وطن اقامت میں ہوجاتی ہے تو چند روز کے بعد وطن اصلی میں بچے کو ضرور لے جاتے ہیں تا کہ وہ بچہ اپنے وطن کی زیارت سے محروم نہ رہے چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت نفخہ جبریل علیہ السلام سے ہوئی ہے اس لئے اگر ملائکہ کے مقام یعنی آسمانوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وطن کہا جائے تو کچھ غیر مناسب نہ ہوگا مگر جسمانی حیثیت سے موت طبعی کا آنا بھی لازمی تھا اس لئے آپ کیلئے نزول من السماء مقدر ہوا اور چونکہ رفع الی السماء فطرت ملکی اور تشبہ بالملائکہ کی بناء پر تھا اس لئے قبل الرفع آپ نے نکاح بھی نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ ملائکہ میں طریق ازدواج نہیں اور نزول چونکہ جسمانی و بشری تعلق کی بناء پر ہوگا اس لئے بعد از نزول نکاح بھی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی اور وفات پا کر روضہ اقدس میں بچی ہوئی جگہ میں دفن ہوں گے اور چونکہ آپ کی ولادت نفخہ جبریل سے ہوئی اور حضرت جبریل علیہ السلام کا عروج

اورنزول قرآن میں خاص طور پر گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے:

تعرج الملٰئکۃ والروح (پ۲۹،ع۷) ...... تنزل الملٰئکۃ والروح (پ۳۰،ع۲۲)

یعنی فرشتے اورروح (جبریل) آسمان پر جاتے ہیں فرشتے اورروح (جبریل) آسمان پر سے اُترتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ کم ازکم ایک مرتبہ آپ کیلئے بھی عروج الی السماء اورنزول ہؤ تا کہ آپ کی فطرت کا ملکی ہونا اورنفخہ روح القدس سے پیدا ہونا اورظلِ جبریل ہونا خوب عیاں ہوجائے بلکہ جس طرح حضرت جبریل علیہ السلام کو روح کہا گیا ہے اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کوبھی روح کہا گیا ہے۔ کلمتہ القاھا الیٰ مریم وروح منہ (پ۶،ع۳)

پس جس طرح روح یعنی جبریل کیلئے عروج ونزول ثابت کیا گیا ہے اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کیلئے بھی خدا کی ایک خاص روح ہیں عروج ونزول ہونا چاہئے اور چونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کوسراپا روح کہا گیا ہے، یہ نہیں کہا گیا کہ فیہ روح یعنی اس میں روح ہے اس لئے یہود آپ کے قتل پر قادر نہ ہوئے اس لئے کہ روح کا قتل کسی طرح ممکن نہیں۔ نیز آپ کی شان کلمتہ القاھا الیٰ مریم ذکر کی گئی ہے اوردوسری جگہ ارشاد ہے:

الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ (پ۲۲،ع۱۴)

یعنی اسی کی طرف کلمات طیبات چڑھتے ہیں اوروہی عمل صالح کو بلند کرتا ہے۔

اس لئے آپ کا رفع الی السماء اوربھی مناسب ہوا۔اس حکایت سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کا رفع الی لسماء ثابت ہوگیا۔

نور لباسِ بشریت میں

اس کے علاوہ یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ جبریل علیہ السلام ایک نورانی مخلوق ہونے کے باوجود حضرت مریم کے پاس لباس بشریت میں ایک تندرست آدمی کی شکل میں آئے خدانے بھی آپ کیلئے بشر کا لفظ اختیار فرمایا: فتمثل لھا بشرا سویا یعنی وہ حضرت مریم کو بشر کی شکل میں نظر آئے۔ باوجود اس کے وہ تھے نورہی۔ان کا بشکل بشر نظر آنا ان کے نور ہونے کے منافی نہیں۔ اگر کوئی نادان جبریل علیہ السلام کی اس صورت کے پیش نظر ان کو اپنی مثل بشر کہنے لگے تو وہ انتہائی جاہل اور گمراہ ہوگا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو سراسر نور بلکہ منبع النور ہیں ہمارے پاس لباس بشریت میں تشریف لائے تو آپ کا بشکل بشر تشریف لانا آپ کے نور ہونے کے منافی نہیں آپ کو اپنی مثل بشر کہنے والے انتہائی جاہل اورگمراہ ہیں۔

نسبت حقیقی و مجازی

حکایت میں مذکور ہے کہ جبریل علیہ السلام نے یوں کہا لاھب لك غلاما ذکیا کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں' حالانکہ بیٹا دینے والا خدا ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے:

یھب لمن یشاء اناثا و یھب لمن یشا الذکور (پ۲۵،٦٤)

خدا جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔

اس آیت میں یھب کا فاعل خدا ہے کہ خدا بیٹا دیتا ہے اور جبریل کہتے ہیں لاھب یہاں لاھب کا فاعل جبریل علیہ السلام ہیں یعنی جبریل علیہ السلام کہتے ہیں میں بیٹا دوں تو کیا ان دونوں آیتوں میں تضاد ہے؟ نہیں ہر گز نہیں اس لئے کہ یھب میں دینے کی نسبت حقیقی ہے اور لاھب میں دینے کی نسبت مجازی ہے یعنی دینے والا خدا ہی ہے مگر جس کے ذریعہ سے وہ دیتا ہے دینے کی نسبت اس ذریعہ کی طرف کر دینا نسبت مجازی ہے مریم کو بیٹا دیا تو خدا نے ہی۔ مگر چونکہ دیا جبریل علیہ السلام کے ذریعہ سے اس لئے دینے کی نسبت ذریعہ کی طرف کر دی گئی اور جبریل علیہ السلام نے کہا میں بیٹا دوں اور یہ نسبت مجازی ہے مثال سنئے بارش ہونے لگے تو کہا جاتا ہے چھت کا پرنالا بہ رہا ہے حالانکہ بہتا پانی ہے پرنالہ کب بہتا ہے۔ مگر کہا یہی جاتا ہے کہ پنالہ بہ رہا ہے بہنا حقیقت میں فعل پانی کا ہے مگر چونکہ وہ بہتا پرنالہ کے ذریعہ سے ہے۔ اسلئے بہنے کی نسبت پرنالہ کی طرف کر دی جاتی ہے اور یہ نسبت مجازی ہے اور ایسی مجازی نسبتیں عام ہیں حکیم صاحب کی دوائی نے مجھے اچھا کر دیا، فلاں ڈاکٹر نے تو مجھے مار ڈالا، میں نے سخت غذا کھائی، اس سخت غذا نے پیٹ میں درد پیدا کر دیا، چورن نے تکلیف دور کر دی فرمایئے اچھا کرنے والا خدا ہے یا حکیم صاحب مار ڈالنے والا خدا ہے یا ڈاکٹر پیٹ میں درد پیدا کرنے والا خدا ہے یا سخت غذا اور تکلیف دور کرنے والا خدا ہے یا چورن؟ یہ سب نسبتیں مجازی ہیں کہ خدا نے حکیم صاحب کی دوائی کے ذریعہ سے مجھے اچھا کر دیا خدا نے ڈاکٹر کے غلط علاج کے ذریعہ سے مجھے مار ڈالا خدا نے سخت غذا کے ذریعہ سے پیٹ میں درد پیدا کر دیا اور خدا نے چورن کے ذریعہ سے میری تکلیف دور کر دی۔

یہی نسبتیں ان جملوں میں بھی ہیں کہ میرا بیٹا پیر بخش ہے یعنی پیر کی دعا کے ذریعہ سے خدا نے بیٹا بخشا ہے اللہ کے مقبول بندے مشکلیں حل فرما دیتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دعاؤں سے مشکلیں ٹال دیتا ہے مولا علی مشکل کشا ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے مشکل دور فرما دیتا ہے ان مجازی نسبتوں کو سن کر شرک کا فتویٰ لگا دینا انتہائی جہالت اور گمراہی ہے۔

وہابیوں کے شہید مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان اس قسم کی جہالت سے بھری پڑی ہے۔

اس حکایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام جو نوری مخلوق ہیں اللہ سے بیٹا لیتے وقت نور تھے اور حضرت مریم کو یہ بیٹا دیتے وقت فتمثل لھا بشرا سویا کے مطابق بشر تھے نور تھے لینے کیلئے اور بشر تھے دینے کیلئے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت میں نور ہیں لیکن انما انا قاسم واللہ یعطی یعنی خدا دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں کے مطابق خدا سے لیتے وقت نور تھے اور ہمیں دینے کیلئے لباس بشریت میں تشریف لائے حضور اگر نہ ہوتے تو خدا سے لیتے کیسے؟ اور اگر بشر نہ ہوتے تو ہمیں دیتے کیسے؟ اگر نور نہ ہوتے تو شب معراج اوپر جاتے کیسے؟ اور اگر بشر نہ ہوتے تو نیچے آتے کیسے؟

تنزیل قرآن کی دو صورتیں

حضرت امام جلال لدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی تنزیل کی دو صورتیں تھیں۔

ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لباس بشریت اتار کر صورت ملکیہ اختیار فرما لیتے اور جبریل سے اخذ قرآن فرماتے۔

(اتقان، ج ۱ ص ۴۳)

دوسرے یہ کہ جبریل لباس بشریت اختیار فرما لیتے اور حضور ان سے اخذ قرآن فرماتے۔ گویا قرآن لیتے وقت یا تو حضور علیہ السلام صورت ملکیہ اختیار فرما لیتے یا قرآن دیتے وقت جبریل صورت بشریہ اختیار فرما لیتے۔

نتیجہ یہی نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیتے وقت نور اور جبریل دیتے وقت بشر ہوتے اسی طرح نہ جبریل کی حقیقتِ نور میں فرق آتا ہے اور نہ ہی حضور کو اپنی اصل حقیقت نور اختیار فرمانے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے۔

جس طرح جبریل نور ہونے کے باوجود حضور کے پاس قرآن دینے کیلئے بشریت میں آجاتے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہونے کے باوجود ہمارے پاس قرآن سنانے کیلئے بشریت کے لباس میں تشریف لے آئے۔

بشر بن کر خدا کا نور آیا ہمیں قرآنِ حق آکر سنایا

وہابیوں کے شہید مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان اس قسم کی جہالت سے بھری پڑی ہے۔

اس حکایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام جو نوری مخلوق ہیں اللہ سے بیٹا لیتے وقت نور تھے اور حضرت مریم کو یہ بیٹا دیتے وقت فتمثل لھا بشرا سویا کے مطابق بشر تھے نور تھے لینے کیلئے اور بشر تھے دینے کیلئے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حقیقت میں نور ہیں لیکن انما انا قاسم واللہ یعطی یعنی خدا دینے والا ہے اور میں بانٹنے والا ہوں کے مطابق خدا سے لیتے وقت نور تھے اور ہمیں دینے کیلئے لباس بشریت میں تشریف لائے حضور اگر نہ ہوتے تو خدا سے لیتے کیسے؟ اور اگر بشر نہ ہوتے تو ہمیں دیتے کیسے؟ اگر نور نہ ہوتے تو شب معراج اوپر جاتے کیسے؟ اور اگر بشر نہ ہوتے تو نیچے آتے کیسے؟

تنزیل قرآن کی دو صورتیں

حضرت امام جلال لدین سیوطی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کی تنزیل کی دو صورتیں تھیں۔

ایک تو یہ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لباس بشریت اتار کر صورت ملکیہ اختیار فرمالیتے اور جبریل سے اخذ قرآن فرماتے۔

(اتقان، ج ا ص ۴۳)

دوسرے یہ کہ جبریل لباس بشریت اختیار فرمالیتے اور حضور ان سے اخذ قرآن فرماتے۔ گویا قرآن لیتے وقت یا تو حضور علیہ السلام صورت ملکیہ اختیار فرمالیتے یا قرآن دیتے وقت جبریل صورت بشریہ اختیار فرمالیتے۔

نتیجہ یہی نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیتے وقت نور اور جبریل دیتے وقت بشر ہوتے اسی طرح نہ جبریل کی حقیقتِ نور میں فرق آتا ہے اور نہ ہی حضور کو اپنی اصل حقیقت نور اختیار فرمانے میں کوئی مشکل پیش آتی ہے۔

جس طرح جبریل نور ہونے کے باوجود حضور کے پاس قرآن دینے کیلئے بشریت میں آجاتے تھے اسی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہونے کے باوجود ہمارے پاس قرآن سنانے کیلئے بشریت کے لباس میں تشریف لے آئے۔

بشر بن کر خدا کا نور آیا ہمیں قرآنِ حق آکر سنایا

﴿حکایت نمبر۷﴾

جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ایک روز ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ایک آدمی ہمارے سامنے نمودار ہوئے۔ شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر جن کے کپڑے نہایت سفید اور بال نہایت کالے تھے ان پر سفر کا کوئی نشان ظاہر نہ تھا اور ہم سے کوئی انہیں پہچانتا بھی نہ تھا حتیٰ کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور اتنے قریب بیٹھے کہ اپنے دونوں گھٹنے حضور کے گھٹنے شریف سے ملا دیئے اور اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں زانوؤں پر رکھے جیسے نمازی التحیات میں دوزانوں بیٹھتا ہے۔اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے بتایئے کہ اسلام کسے کہتے ہیں حضور نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، استطاعت ہو تو حج کرو وہ شخص کہنے لگا آپ نے سچ فرمایا صحابہ کرام فرماتے ہیں ہمیں بڑا تعجب ہوا کہ یہ صاحب پوچھتے بھی ہیں اور تصدیق بھی کرتے ہیں جیسے کہ انہیں پہلے ہی پتا ہو پھر انہوں نے عرض کیا کہ اچھا اب ایمان کے متعلق بتایئے کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ حضور نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے فرشتوں، کتابوں، اس کے رسولوں اور قیامت کو مانو اور اچھی بری تقدیر کو مانو یہ سن کر پھر انہوں نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر پوچھا حضور اب بتایئے کہ احسان کیا ہے؟ حضور نے فرمایا احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے انہوں نے پھر عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجئے فرمایا کہ یہ بات تم جس سے پوچھ رہے ہو وہ اس کے متعلق تم سے زیادہ خبردار نہیں انہوں نے کہا اچھا تو قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتایئے فرمایا قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی اور ننگے پاؤں ننگے بدن والے فقیروں بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے اس کے بعد وہ صاحب چلے گئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کچھ دیر ٹھہرا تو حضور نے مجھ سے فرمایا اے عمر جانتے ہو یہ کون تھا میں نے عرض کیا اللہ و رسولہ اعلم۔ اللہ اور اس کا رسول ہی جانے۔ فرمایا:

فانہ جبریل آتاکم یعلمکم دینکم (مشکوٰۃ شریف ص۳)

یہ جبریل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

سبق...... جبریل امین جو نوری مخلوق ہیں ہمیں دین سکھانے کیلئے لباس بشریت میں آئے اور انہیں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے دیکھا کہ وہ کپڑے بھی پہنے ہوئے تھے جو نہایت سفید تھے اور ان کے سر کے بال بھی تھے جو نہایت سیاہ تھے گویا بالکل بشر نظر آئے باوجود اس کے جبریل کی حقیقت نور ہی تھی اور وہ لباس بشریت میں اس لئے آئے تھے تاکہ ہمیں دین سکھا جائیں۔

جبریل امین ہمیں دین سکھائے ہوئے یہ مسئلہ بھی سمجھا گئے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حقیقت نوری ہے جو اس دنیا میں لباس بشریت میں تشریف لائے ہیں صرف اس لئے تاکہ دنیا کو دین سکھا دیں۔ جبریل امین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح بیٹھے جیسے نمازی التحیات میں بیٹھتا ہے اس مودبانہ نشست سے یہ بھی سمجھا گئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری ہو تو اس طرح بیٹھو جیسے اللہ کے حضور نماز میں بیٹھتے ہو۔ عینک کا شیشہ بذاتِ خود کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا مگر جب دیکھنے والی آنکھ کے قریب آجاتا ہے تو سب کچھ دیکھنے لگتا ہے جبریل امین کو کوئی بشر نہیں دیکھ سکتا مگر صحابہ کرام علیہم لرضوان جب جبریل کو دیکھنے والے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیض قرب سے مستفیض ہوئے تو جبریل کو دیکھ لیا۔

اسلام

جبریل نے اسلام کے متعلق پوچھا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز، روزہ، زکوۃ، حج سے پہلے 'لا الہ اللہ محمد رسول اللہ' پر ایمان لانے کا ذکر فرمایا گویا نماز، روزہ، حج، زکوۃ کی قبولیت وافادیت ایمان پر منحصر ہے اگر ایمان نہیں تو یہ سارے اعمال بیکار ہیں کسی کو نماز پڑھتے یا پڑھنے کی تبلیغ کرتے ہوئے دیکھنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ نمازی یا مبلغ مسلمان ہے ہوسکتا ہے کہ نمازی ہو اور مبلغ بھی مگر ہو غیر مسلم جیسے مرزائی۔

ایمان

جبریل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ اللہ، اس کے فرشتوں، کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو مانو۔ معلوم ہوا کہ صرف اللہ کو مان لینا یہ ایمان نہیں ہے بلکہ اللہ کو مان ماننے کے ساتھ ساتھ فرشتوں، کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کو بھی مانے تو مومن ہوگا ورنہ نہیں۔ باوجود اس حقیقت کے مولوی اسماعیل دہلوی مولف تقویۃ الایمان نے یہ لکھا ہے کہ ایمان یہ ہے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۶)

اندازہ کیجئے کہ کس قدر ظلم اور جہالت ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ اللہ کو بھی مانے اس کے فرشتوں کو بھی مانے اس کی کتابوں کو بھی مانے اس کے رسولوں کو بھی مانے اور قیامت کو بھی مانے مگر برائے نام تقویۃ الایمان کا مولف اسماعیل دہلوی یہ کہے کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوائے کسی کو نہ مانے اب کوئی بدبخت ہی ہوگا جو اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہوتے ہوئے مولوی اسماعیل کی بات مانے۔

احسان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر احسان کے متعلق فرمایا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اگر یہ نہ ہو سکے تو یہ سمجھو کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ احسان کا مرتبہ بہت بڑا مرتبہ ہے خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں نے یہ مرتبہ حاصل کیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم خدا کو دیکھتے ہوتے تو تمہارے دل میں اس کا کس قدر خوف ہوتا اور کتنی احتیاط سے تم عمل کرتے ایسے ہی خوف سے دل لگا کر عمل کرو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اتنا تو سمجھو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ سمجھنے سے بھی عبادت میں خلوص پیدا ہوگا۔

قیامت کا علم

پھر جبریل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ قیامت کی خبر دیجیے تو فرمایا 'اس کے متعلق میں تم سے زیادہ خبردار نہیں'۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا لا اعلم میں نہیں جانتا بلکہ فرمایا 'میں اس کے متعلق تم سے زیادہ خبردار نہیں'۔ اگر حضور کے اس جواب کا یہ مقصد ہوتا کہ میں نہیں جانتا تو پھر جبریل حضور سے قیامت کی نشانیاں بھی نہ پوچھتے حالانکہ جبریل نے پھر عرض کیا کہ اچھا حضور! قیامت کی کچھ نشانیاں ہی بتایئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمادیں جن کا ذکر آگے آتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر قیامت کا علم نہ ہوتا تو آپ اس کی نشانیاں بھی بیان نہ فرما سکتے جس چیز کا جسے علم ہی نہ ہو اس کی نشانیوں کا اُسے علم کیسے ہو سکتا ہے مثلاً میں کسی سے پوچھوں کہ تم فلاں صاحب کو جانتے ہو وہ کہے میں نہیں جانتا تو میں اس سے کہوں چلو اس کی کچھ نشانیاں ہی بتادو۔ تو وہ کہے گا کہ میں جب کہ چکا ہوں کہ میں اُسے نہیں جانتا پھر میں اس کی نشانیاں کیسے بتادوں جبریل نے جب قیامت کی کچھ نشانیاں بیان فرمانے کیلئے عرض کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نشانیاں بیان کرنا شروع کردیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا علم تھا مگر جبریل کے پوچھنے پر بتایا کیوں نہیں؟

سنئے ! خدا تعالیٰ قیامت کے متعلق فرماتا ہے:

ان الساعة آية اکادا خفيها لتجزی کل نفس بما تسعیٰ (پ۱۶ع۱۰)

بیشک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے۔

او تاتيهم الساعة بغتة وهم لا يشعرون (پ۱۳ع۶)

یا قیامت ان پر اچانک آجائے اور انہیں خبر نہ ہو۔

لا تاتيكم الا بغتة (پ۹ع۱۳)

قیامت تم پر نہ آئے گی مگر اچانک۔

حتى تاتيهم الساعة بغتة (پ۱۷ع۱۴)

یہاں تک کہ ان پر قیامت آجائے اچانک۔

ان آیات میں خدا نے فرمایا ہے کہ میں نے قیامت کا وقت سب سے چھپایا ہے تا کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے یعنی ہر شخص ڈرتا رہے اور اس کے خوف سے گناہوں سے بچے نیکیاں زیادہ کرے اور ہر وقت توبہ کرتا رہے قیامت یقیناً آنے والی ہے مگر خدا نے اس کا وقت چھپایا ہے اس لئے وہ جب بھی آئے گی بغتة آئے گی یعنی اچانک آئے گی خدا کے ان ارشادات کے پیش نظر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیامت کا وقت نہ بتایا اگر بتا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور اچانک آجانے سے جو فوائد تھے وہ باقی نہ رہتے۔ یعنی ہر شخص ڈرتا رہتا اس کے خوف سے گناہوں سے بچتا نیکیاں زیادہ کرتا اور ہر وقت توبہ کرتا رہتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں جانتا نہیں صرف یہ فرمایا کہ قیامت کے بارے میں جو تم جانتے ہو وہی میں جانتا ہوں کچھ زیادہ نہیں قیامت کا علم اسرارِ الٰہیہ میں سے ہے بھرے مجمع میں مجھ سے وقت پوچھ کر اس کے اچانک آجانے کی حیثیت کو کیوں ختم کرانا چاہتے ہو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیامت کا بھی علم تھا

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

قام فینا رسول اللّٰہ صلی تعالیٰ اللّٰہ علیہ وسلم مقاما فاخبرنا عن بدء الخلق حتی دخل اھل الجنۃ منازلھم واھل النار منازلھم حفظ ذٰلک من حفظہ ونسیہ من نسیہ (مشکوۃ شریف،ص۴۹۸)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مقام پر تشریف فرما ہوئے اور ہمیں دنیا کی ابتدا سے لے کر اس وقت تک کی سب خبر دے دی جبکہ جنتی لوگ اپنی اپنی منزلوں میں اور جہنمی اپنی اپنی منزلوں میں پہنچ گئے جس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

صلی بنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم یوما الفجر وصعد علی المنبر فخطب حتی حضرت الظھر فنزل نصلیٰ ثم صعد المنبر فخطب حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر حتی غربت الشمس فاخبرنا بما ھو کائن الیٰ یوم القیامۃ (مشکوۃ شریف،ص۵۳۵)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روز ہمارے ساتھ نماز فجر پڑھی نماز پڑھ کر آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوگیا اور آپ منبر سے اترے اور نماز کے بعد پھر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور پھر بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہوگیا آپ منبر سے اترے۔ نماز عصر پڑھی نماز کے بعد پھر منبر پر تشریف فرما ہوگئے اور بیان شروع فرمایا یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا حضور نے اپنے اس بیان میں قیامت تک جو کچھ بھی ہونے والا تھا ہمیں سب کچھ بتا دیا۔

ان احادیث سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دنیا کی ابتدا سے انتہا تک اور قیامت تک کی ساری ہونے والی باتوں کی خبر دینا ثابت ہورہا ہے الیٰ یوم القیامۃ کا جملہ قابل غور ہے **'قیامت کے دن تک'** دنیا کی انتہا بتا رہا ہے یعنی یہ دنیا جہاں ختم ہوجائیگی وہاں تک کے سارے حالات بیان فرما دیے اور ظاہر ہے کہ دنیا ختم ہوگی وہیں سے قیامت کے دن کی ابتدا ہوگی اس دنیا کی انتہا اور قیامت کے دن کی ابتدا تو جس کی نظر دنیا کی انتہا تک جا پہنچے گی لازماً اس کی انتہا اور قیامت کے دن کی ابتدا پر بھی ہوگی۔ اگر اس کی نظر قیامت کے دن کی ابتدا پر نہ مانی جائے تو پھر اس کا واقعاتِ دنیا کو قیامت کے دن تک بیان کرنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے قیامت کے دن تک بتا رہا ہے کہ بیان فرمانے والے کو علم ہے کہ یہ دنیا کی انتہا ہے اور آگے قیامت کے دن کی ابتدا۔

جبریل علیہ السلام کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر قیامت کی جو نشانیاں بیان فرمائیں وہ یہ ہیں کہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی یعنی اولاد ماں کی گستاخ اور نافرمان ہوگی بیٹا اپنی ماں کو لونڈی سمجھے گا اور اس پر حکم چلائے گا گویا ماں اپنے بیٹے کو نہیں جنے گی بلکہ لونڈی اپنے مالک کو جنے گی۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق آج یہی کچھ ہو رہا ہے۔ دوسرے یہ فرمایا کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن والوں، بکریوں کے چرواہوں کو محلوں میں فخر کرتے دیکھو گے۔ چنانچہ عرب کے ننگے پاؤں ننگے بدن والوں بکریوں کے چرواہوں کو آج سعودی عرب جا کر دیکھئے بڑے بڑے محلات میں رہ رہے ادھر ہمارے جموں کشمیر کے مہاجروں میں بعض ایسے بھی ہیں جو ننگے پاؤں بکریاں چرایا کرتے تھے یہاں آئے تو ان کے نام کوٹھیاں الاٹ ہوگئیں اور وہ بڑے فخر سے ان میں رہ رہے ہیں۔

صدق رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی۔

﴿حکایت نمبر۸﴾ جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وزیر

ایک روز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دو وزیر آسمان پر ہیں اور دو وزیر زمین پر۔ آسمان پر میرے جو دو وزیر ہیں وہ جبریل ومیکائیل ہیں اور جو زمین پر میرے دو وزیر ہیں وہ ابوبکر وعمر ہیں۔ (مشکوٰۃ شریف، ص۵۵۲)

سبق...... ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو وزیر آسمان پر اور دو وزیر زمین پر ہیں اور ظاہر ہے کہ وزیر بادشاہوں کے ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان کے بھی بادشاہ و حاکم ہیں زمین وآسمان حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وسیع سلطنت کے دو صوبے ہیں شبِ معراج حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ہی سلطنت کے ایک صوبے میں تشریف لے گئے۔

وزیر ہمیشہ بااختیار ہوا کرتے ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی وزیر بھی ہو اور بے اختیار بھی ہو اگر وزیر کو کوئی اختیار حاصل نہ ہو تو وہ وزیر کیسا آج کل جو لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے ممبر اور پھر وزیر بننا چاہتے ہیں کیا وہ لاکھوں روپیہ اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ وہ بے اختیار ہو جائیں۔

معلوم ہوا کہ وزیر بااختیار رہتا ہے پھر جس حاکم کے وزیر بااختیار ہوں وہ حاکم خود کیوں بااختیار نہ ہوگا۔ مگر مولوی اسماعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کی منطق نرالی ہے۔ وہ لکھتے ہیں، جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۴۷)

گویا جس بادشاہ کے وزیر تو بااختیار ہیں وہ بادشاہ خود کسی چیز کا مختار نہیں۔

ع چہ بے خبر ز مقام محمد عربی است

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاکم ہیں

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا نے حاکم مقرر فرمایا ہے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

فلا وربك لايؤمنون حتى يحكموك فی ما شجر بينهم (پ۵،ع۶)

اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے تمہیں حاکم نہ بنائیں۔

دیکھئے! اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے کہ لوگ اس وقت تک مسلمان نہ ہوں گے جب تک تمہیں اپنا حاکم نہ مانیں گے گویا اللہ کو بھی مان لیں جنت و دوزخ کو بھی مان لیں قیامت پر بھی ایمان لے آئیں مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اگر حاکم نہ مانیں گے تو وہ ہرگز مسلمان نہ ہوں گے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاکم ماننا مسلمان ہونے کیلئے ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ حاکم بے اختیار نہیں ہوتا ملک کا سربراہ حاکم ہوتا ہے اور سارے ملک پر اُسے اختیار حاصل ہوتا ہے کیا کبھی آپ نے سنا کہ فلاں صاحب ضلع کے ڈی سی ہیں مگر اختیار انہیں کسی بات کا نہیں۔ یا تو اُسے ڈی سی نہ کہیے یا پھر اُسے سارے ضلع کا مختار مانئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یا تو ساری کائنات کا رسول و حاکم نہ کہئے یا پھر انہیں ساری کائنات کا مختار مانئے حاکم نہ مانئے تو ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھئے اور حاکم مانئے تو انہیں بااختیار مانئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مختار بھی ہیں

ثابت ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات کے رسول بھی ہیں اور حاکم بھی یعنی ساری کائنات پر آپ کو اختیار حاصل ہے اللہ تعالیٰ نے حضور کو اختیار عطا فرما کر انہیں حاکم بنایا ہے آپ اپنے اختیار سے جو چاہیں حکم فرمائیں ہمیں آپ کے حکم کی تعمیل کرنا پڑیگی آپ صاحبِ شریعت ہیں آپ کی زبان انور سے جو حکم ہو جائے وہی شریعت ہے اللہ نے آپ کو یہ اختیار دیدیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں واجب کر دیں جسے چاہیں ناجائز کر دیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا مرهم بالمعروف وينهاهم عن المنكر ويحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث (پ۹،ع۹)

(وہ رسول) انہیں بھلائی کا حکم دے گا برائی سے منع کرے گا ستھری چیزیں ان کیلئے حلال کرے گا اور گندگی ان پر حرام کرے گا۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تحلیل و تحریم کی نسبت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف کی ہے کہ ستھری چیزوں کو وہ حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزوں کو وہ حرام فرماتے ہیں۔ یحل ویحرم کا فاعل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یعنی حلال و حرام کرنے والے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں جن چیزوں کو حرام فرمایا ہے وہ یہ ہیں:

حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب (پ۶،ع۴)

تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مرے اور بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا اور جسے کسی جانور نے سینگ مارا اور جسے کوئی درندہ کھا گیا مگر جسے تم ذبح کر لو اور جسے تھان پر ذبح کیا گیا۔

قرآن پاک کی حرام کردہ چیزوں کی اس فہرست میں دیکھ لیجئے کہیں کتا کا ذکر نہیں آیا کہ وہ بھی حرام ہے ان کے علاوہ بول و براز وغیرہ کسی چیز کا بھی تو نام نہیں آیا نہ صرف اسی مقام پر بھی تو ان چیزوں کا استعمال جائز ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں کیوں؟
اس لئے کہ خدا ہی نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ

وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا (پ۲۸،ع۴)
اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔

یعنی میری (اللہ کی) بیان فرمودہ حرام چیزوں کے علاوہ کون کونسی چیز حرام ہے اور کون کون سی حلال یہ تفصیل میرے رسول سے پوچھو اس لئے کہ میں نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شان سے معبوث فرمایا کہ وہ یحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث کے مطابق پاک اور ستھری چیزیں حلال فرماتا اور ناپاک وگندی چیزیں حرام فرماتا ہے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی فرمایا کہ

الا انی اُوتيت القرآن و مثله معه الا يوشك رجل شبعان على اريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال نا حلوه وما وجدتم فيه من حرام فحرموه وان ما حرم رسول الله كما حرم الله الا لا يحل لكم الحمار الا هلی ولا كل ذی ناب من السباع (مشکوۃ شریف ص۲۱)

جان لو کہ مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ اس کا مثل بھی (یعنی حدیث) خبردار عنقریب ایک پیٹ بھرا آدمی اپنی کرسی پر بیٹھے ہوئے کہے گا کہ تم صرف قرآن کو دیکھو اس میں جس چیز کو حلال پاؤ اُسے حلال سمجھو اور جس چیز کو حرام پاؤ اُسے حرام سمجھو حالانکہ جس چیز کو اللہ کا رسول حرام فرمادے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ نے اُسے حرام فرمادیا ہو جان لو کہ تمہارے لئے پالتو گدھا حلال نہیں ہے اور نہ ہی کوئی کیل والا درندہ جانور۔

گدھے کتے شیر بلے وغیرہ درندیے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کئے ھیں

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ گدھے، کتے، شیر، چیتے، بلے، بھیڑیے، چیل وغیرہ جملہ درندے جانور خدا نے قرآن میں حرام نہیں فرمائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث میں انہیں حرام فرمایا ہے۔
اب جو لوگ قرآن ہی کو حجت سمجھتے ہیں اور حدیث کے منکر ہیں اور جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شارع ومختار نہیں مانتے ان کو چاہئے کہ وہ ان جانوروں کا بھی گوشت کھایا کریں۔

گندی چیزوں کو بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرام کیا ھے

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بیت الخلا میں تشریف لے جاتے تو فرماتے اللھم اعوذبك من الخبث والخبائث بول وبراز من الخبث والخبائث ہے اور قرآن میں خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ شان بیان فرمائی کہ یحرم علیھم الخبائث وہ ناپاک وگندی چیزوں کو حرام فرماتا ہے۔ تو جو لوگ حدیث کے منکر اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شارع ومختار ہونے کا انکار کرتے ہیں انہیں ان خبائث کا بھی استعمال کرنا چاہیے۔

کروڑوں درود اور کروڑوں سلام اُس ذات گرامی پر جس نے اپنی اُمت کو پاک وصاف چیزیں کھلائیں اور ناپاک وگندی چیزوں سے بچایا آج دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کتے بڑے شوق سے کھاتے ہیں فلپائن میں جا کر دیکھ لیجئے چین میں چوہے سانپ اور مینڈک کھائے جاتے ہیں دور نہ جایئے ہندوستان کے ہی ایک وزیر اعظم کو دیکھ لیجئے جو اپنا پیشاب آپ پیتا رہا اور اخباروں میں دوسروں کو بھی تلقین کرتا رہا کہ تم بھی اپنا پیشاب پیا کرو اس میں بڑی طاقت کے اجزا پائے جاتے ہیں۔

یہ احسان ہے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک دنیا پر کہ ناپاک وگندی چیزوں سے بچایا اور پاک وستھری چیزوں کو حلال فرمایا حدیث پاک میں ومثلہ معہ آیا ہے یعنی میں قرآن دیا گیا ہوں اور اس کیساتھ اس کا مثل بھی حدیث کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کے مثل فرمایا ہے حالانکہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ یعنی اگر تمہیں اس کتاب قرآن پاک میں کوئی شک ہے تو اس کی مثل ایک سورۃ ہی بنا کر دکھاؤ۔

خدا تو قرآن پاک کو بے مثل فرماتا ہے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث پاک کو اس کی مثل بتا رہے ہیں بات دراصل یہ ہے کہ قرآن پاک فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے بے مثل ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حدیث کو مثلِ قرآن فرمایا ہے وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے نہیں فرمایا بلکہ اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ جیسے قرآن کے حلال وحرام کرنے سے کوئی چیز حلال یا حرام ہوجاتی ہے اسی طرح حدیث کے حلال وحرام کرنے سے بھی کوئی چیز حلال وحرام ہوجاتی ہے چنانچہ اسی حقیقت کو حدیث کے یہ الفاظ بیان کررہے ہیں: انما حرم رسول اللہ کما حرم اللہ یعنی جس چیز کو اللہ کا رسول حرام فرمادے وہ ایسے ہی حرام ہے جیسے اللہ نے اُسے حرام فرمادیا ہو۔

﴿حکایت نمبر۹﴾ جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپاہی

غزوۂ بدر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

هذا جبريل آخذ براس فرسه عليه اداة الحرب (بخاری شریف، ج۲ص۵۷۰)

دیکھو یہ جبریل اپنے گھوڑے کی لگام تھامے کھڑے ہیں اور گھوڑے پر لڑائی کے ہتھیار ہیں۔

غزوۂ خندق سے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور ہتھیار اُتار دیئے اور غسل فرمایا تو جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا:

قد وضعت السلاح والله ما ضعتاه فاخرج اليهم قال فالى اين قال ههنا فاشار الى بنى قريظة فخرج النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم اليهم (بخاری شریف، ج۲ص۵۹۰)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے ہتھیار کھول دیے، بخدا ہم نے نہیں کھولے ہم ابھی تک مسلح ہیں تشریف لے چلئے بنی قریظہ کو ان کی غداری کی سزا دینا باقی ہے تو جبریل کے ساتھ چل پڑے۔

سبق...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ایک واقعہ کا خدا ذکر فرماتا ہے۔

هل اتاك حديث ضيف ابراهيم المكرمين (پ۲۶،ع۱۹)

اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا تمہارے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کی خبر آئی۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو مہمان بنا کر بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام میزبان بنے اور فرشتے مہمان اور یہ بات ظاہر ہے کہ مہمان میزبان سے مرتبہ میں چاہے کم ہو میزبان کو اس کی خاطر و مدارات کرنا پڑتی ہے میزبان یہ نہیں دیکھتا کہ مہمان مجھ سے عمر میں یا مرتبہ میں چھوٹا ہے وہ جب مہمان بن کر آیا تو میزبان اس کی دلجوئی کرے گا اس پر نوازش کرے گا اور کوشش کرے گا کہ مہمان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمان بن کر آئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی خاطر و مدارات ہی کی ہوگی اسلئے کہ مہمان ایک اعزازی شان رکھتا ہے اگر چہ وہ میزبان سے مرتبہ میں کم ہو میزبان پھر بھی اس کی عزت کرتا ہے۔ یہ تو ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ کہ فرشتے مہمان بن کر آتے ہیں مگر ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سپاہی بنا کر بھیجتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

ويمد دكم ربكم بخمسة الاف من الملئكة مسومين (پ۲۸،ع۴)

تمہارا ربّ تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیج دے گا۔

دوسری جگہ فرمایا:

والملائكة بعد ذلك ظهير (پ۲۸،۱۹)

اور اس کے فرشتے مدد پر ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے تو مہمان بن کر اور مہمان کی مہمان نوازی کی جاتی ہے اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے حاضر ہوئے تو سپاہی اور مددگار بن کر اور سپاہی محکوم ہوتا ہے سپہ سالار حاکم ہوتا ہے گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں فرشتے محکوم بن کر آئے۔

جبریل علیہ السلام کا گھوڑا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں مسلمان کافروں کا تعاقب کرتے تھے اور کافر مسلمان کے سامنے سے بھاگتا جاتا تھا اچانک اوپر سے کوڑے کی آواز آتی تھی اور سوار کا یہ کلمہ سنا جاتا تھا **اقدم یا حیزوم** آگے بڑھ اے حیزوم۔ حیزوم حضرت جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کا نام ہے اور نظر آتا تھا کہ کافر گر کر مر گیا اور اس کی ناک تلوار سے اُڑا دی گئی اور چہرہ زخمی ہو گیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اپنے یہ معائنے سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیے تو آپ نے فرمایا یہ آسمان سوم کی مدد ہے۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص ۲۵۶)

مکاں فرش ان کا فلک فرش ان کا ملک خادمانِ سرائے محمد

جنگِ بدر جب ختم ہوگئی تو حضرت جبریل علیہ السلام ہتھیاروں سے مسلح ایک سرخ گھوڑے پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: **ان اللّٰہ بعثنی الیك وامرنی ان لا افارقك حتی ترضیٰ ھل رضیت قال نعم رضیت فانصرف** (خصائص کبریٰ، ج ا ص ۲۰۳) حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب تک آپ مجھ سے راضی نہ ہو جائیں میں آپ سے جدا نہ ہوں تو کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے راضی ہو گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں راضی ہو گیا تو جبریل واپس لے گئے۔

معلوم ہوا کہ اللہ نے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس شان کی حکومت عطا فرمائی ہے کہ جبریل امین بھی ان کے ایک سپاہی ہیں

اس شان کی اللہ نے انہیں بخشی ہے شاہی جبریل امیں بھی ہیں محمد کے سپاہی

﴿حکایت نمبر۱۰﴾ جبریل امین علیہ السلام اور ابو جھل لعین

ایک دن ابوجہل نے اپنے یاروں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جب نماز پڑھتے ہوئے سجدہ میں جائے گا تو میں اس کا سر پتھر سے توڑ دوں گا (معاذ اللہ) چنانچہ وہ دوسرے دن پتھر لئے اس انتظار میں رہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھوں اور جب وہ سجدہ میں جائیں تو پتھر اس کا سر توڑ دوں آخر اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز میں کھڑے ہوگئے ہیں جب آپ سجدہ میں گئے تو ابوجہل پتھر لیکر قریب پہنچا۔ قریب پہنچا ہی تھا کہ ایک دم گھبرایا ہوا واپس ہوا۔ ڈر کے مارے اس کا رنگ فق ہوگیا اور جس ہاتھ سے پتھر اٹھایا ہوا تھا وہ خشک ہوگیا اور پتھر زمین پر گر گیا اس کے ساتھیوں نے اسے اس حال میں لوٹتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس سے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں جب محمد کے قریب ہوا تو میں نے ایک بدمست نر اونٹ کو دیکھا کہ میرے سامنے کھڑا ہے میں نے کبھی ایسے بڑے سر والا لمبی گردن والا اور اتنے بڑے دانتوں والا اونٹ نہیں دیکھا تھا میں اگر جان بچا کر فوراً پلٹ نہ آتا تو وہ مجھے پھاڑ کھاتا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سنا تو فرمایا:

ذلک جبریل لودنیٰ منی لاخذہ (جواہر البحار، ج ا ص ۷۷)

جو اونٹ کی شکل میں نظر آیا وہ جبریل تھا ابوجہل اگر میرے نزدیک آجاتا تو جبریل اُسے جیتا نہ چھوڑتا۔

سبق...... جبریل امین جو ملکوتیوں کا بادشاہ ہے ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربار کا دربان ہے دشمنوں سے وجودِ اقدس کی حفاظت اس کے ذمہ تھی۔

دیکھی نہیں کسی نے اگر شانِ مصطفیٰ　　　دیکھے کہ جبریل ہیں دربانِ مصطفیٰ

نہ صرف یہ کہ جبریل ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دربان و چوکیدار ہیں بلکہ حضور کے مقدس شہر مدینہ منورہ کی چوکیداری کیلئے بھی فرشتے مقرر ہیں۔

چنانچہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیٰ انقاب المدینة ملائکة لا یدخلها الطاعون ولا الرجال (بخاری شریف، ج ا ص ۲۵۲)

مدینہ کے ہر کونہ پر فرشتے چوکیدار ہیں جو طاعون اور دجال کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔

مدینہ منورہ کو یہ شان کیوں حاصل ہوئی؟ صرف اس لئے کہ یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا شہر ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت مدینہ منورہ کے بھی چوکیدار فرشتے بن گئے اور وہ اس شہر میں طاعون و دجال کو قیامت تک داخل نہ ہونے دیں گے۔

مدینہ منورہ شرک سے محفوظ

یہاں ایک اور بات بھی قابل غور ہے طاعون سے بھی زیادہ خطرناک مرض شرک ہے طاعون سے جان جاتی ہے شرک سے ایمان جاتا ہے پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ طاعون تو مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوسکے اور شرک داخل ہوجائے؟ مقامِ حیرت ہے کہ نجدیوں کو مدینہ منورہ میں شرک کیسے نظر آگیا اور انہوں نے مزارات پر سے قبور کو مسمار کردیا کہ یہاں شرک ہوتا تھا حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرما چکے، مجھے اس بات کا کوئی ڈر نہیں کہ تم میرے بعد شرک کروگے ہاں ڈر ہے تو اس بات کا کہ تم دنیا کے گردیدہ ہوجاؤ گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۳۹)

اس ارشاد میں صاف فرمایا گیا ہے کہ میرے بعد تم شرک نہیں کروگے ہاں دنیا کو گردیدہ ہوجاؤ گے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہر ارشاد حق ہے دیکھ لیجئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق واقعی آج کل کے غافل مسلمان دنیا کے گردیدہ ہوچکے ہیں اور جس طرح یہ بات حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حق تھی اور حق ثابت ہورہی ہے اسی طرح یہ بات بھی حق تھی اور حق ہے اور حق ہی رہے گی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کوئی غلام شرک نہیں کرتا۔ ہم گناہگار تو ہوسکتے ہیں مگر حاشا دکلا مشرک ہرگز نہیں ہیں اور کیوں ہوں جب کہ ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہوچکا کہ میرے غلام میرے بعد بھی شرک کا ارتکاب نہ کریں گے اور اگر کسی کی نظر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت و تعظیم شرک ہے تو ہم کہیں گے۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم حبیب اُس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

﴿حکایت نمبر۱۱﴾ جبریل اور ایک سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اس کپڑے پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت مبارکہ نمایاں تھی جبریل علیہ السلام نے عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ آپ کی دنیا وآخرت کی بیوی ہے۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۵)

سبق...... یہ سبز رنگ کے ریشمی کپڑے کا ٹکڑا جس پر امّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تصویر تھی خدا کا بھیجا ہوا تھا چنانچہ جب حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقد میں آگئیں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کی تین رات مسلسل مجھے ایک ریشمی کپڑے پر تمہاری تصویر دکھائی جاتی رہی جسے جبریل علیہ السلام لے کر آتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ ہے آپ کی بیوی اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! آج جو میں نے تمہارے چہرہ سے کپڑہ اٹھایا تو تم وہی ہو۔ جب جبریل علیہ السلام تمہاری تصویر لاتا رہا تو میں نے کہا تھا کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے یہ رشتہ ہوکر رہے گا۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۵)

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ خود منتخب فرمایا کس قدر خوش نصیب ہیں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہ کسی لڑکی کا رشتہ اس کا باپ کرتا ہے کسی کا چچا، بھائی یا ماں کرتی ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا رشتہ خود اللہ تعالیٰ نے کیا اب کون بدبخت ہے جو اس رشتہ میں کوئی عیب بیان کرے اور اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں زبانِ طعن کھولے (معاذ اللہ) اگر ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں کوئی عیب ہوتا یا ہونے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ جسے ہر اگلی پچھلی گزری اور ہونے والی ساری باتوں کا علم ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے یہ رشتہ کیوں تجویز کرتا؟

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر سلام

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس رشتہ مقدسہ سے یہ مقام بلند حاصل ہوا کہ جبریل امین علیہ السلام بھی آپ پر سلام بھیجتے ہیں چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: یا عائشه هذا جبریل یقرئك السلام اے عائشہ! یہ جبریل ہے جو تمہیں سلام کہہ رہا ہے۔ میں نے کہا: وعلیه السلام و رحمة اللّٰه (مشکوٰۃ شریف، ص ۵۶۵)

یہ ہے شان حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پھر ہم بھی کیوں عرض نہ کریں کہ

بنتِ صدیق آرامِ جان نبی اُس حریم برأت پہ لاکھوں سلام
یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہی اُن کی پُر نور صورت پہ لاکھوں سلام

سورۂ نور

اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی کے خلاف جب منافقین نے ایک بہتان باندھا تو چونکہ یہ رشتہ خود خدا تعالیٰ نے طے کیا تھا اس لئے اُم المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاک دامنی و برأت کی خود خدا نے گواہی دی اور سورۂ نور نازل فرما کر آپ کی پاک دامنی، طہارت، عفت و عصمت کا اعلان فرما دیا اور فرما دیا کہ یہ منافقین کا بہتان عظیم ہے۔

(ترجمہ) اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں پہنچتا کہ ہم ایسے بات کہیں الٰہی پاکی ہے تجھے یہ بڑا بہتان ہے۔ (پ۱۸، ع۸)

پھر فرمایا:

(ترجمہ) گندی عورتیں گندے مردوں کیلئے اور گندے مرد گندی عورتوں کیلئے اور پاک و ستھری عورتیں پاک و ستھرے مردوں کیلئے اور ستھرے مرد پاک و ستھری عورتوں کیلئے۔ (پ۱۸، ع۸)

اس آیت میں خدا نے صاف صاف فرما دیا کہ میرا محبوب جو طیبوں پاکوں اور ستھروں کا سردار ہے، یہ ناممکن ہے کہ اس کے عقد میں کوئی گندی عورت آسکے۔

لباس

خدا فرماتا ہے:

هن لباس لكم وانتم لباس لهن (پ۲، ع۷)

عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس۔

اس آیت کے مطابق بیوی مرد کا لباس ہوتی ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس پاک و طاہر ہے۔

خدا فرماتا ہے:

و ثيابك فطهر (پ۲۹، ع۱۵)

اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔

پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی پر اگر کوئی پلید گند اچھالے گا تو گویا اس نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لباس کو ناپاک کرنا چاہا جو انتہا درجہ کی ناپاک حرکت ہے۔

مزکّی

خدا نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک صفت مُزکی بھی بیان فرمائی ہے یعنی پاک وستھرا بنا دینے والے چنانچہ فرمایا:

یتلوا علیهم أیاته ویزکیهم (پ۲۱، ع۱۷)

(یہ رسول) ان پر اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت ورفاقت کی یہ تاثیر ہے کہ جو کھوٹا آیا تو کھرا بن گیا جاہل آیا تو عالم بن گیا گندہ آیا تو پاک بن گیا آپ کی ایک ساعت کی بھی مجالست وصحبت نے ہزاروں کو رنگ دیا اور لاکھوں کو کندن بنا دیا پھر کیا یہ ممکن ہے کہ جو بیویاں شب وروز حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت مجلس سے مستفیض ومستیز ہوتی رہیں وہ خالی رہ گئیں ہوں کیا آپ کے تزکیہ کا ان پر اثر نہ پڑ سکا؟ پڑا اور ضرور پڑا اور اسی لئے خدا نے فرمایا کہ میرا رسول جب طیبین سے ہے تو اس کی ازواج مطہرات بھی یقیناً طیبات سے ہیں۔

ماں

خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی مائیں کہا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وازواجه امهاتهم (پ۲۱، ع۱۷)

اور نبی کی بیبیاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔

خدا نے ازواج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مسلمانوں کی مائیں اس لئے کہا ہے کہ ماں کی بے ادبی کرنے والا ہر قوم میں گستاخ اور عاقبت نااندیش سمجھا جاتا ہے اور کوئی اُسے اچھا نہیں سمجھتا جسمانی ماں کیلئے خدا کا حکم ہے۔

ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما (پ۱۵، ع۳)

ماں باپ کو اف تک نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ نرمی وشرافت سے بات کرو۔

تو کتنا بدنصیب اور بُرا ہے وہ شخص جو تمام روحانی ماؤں کی سردار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حق میں ناشائستہ وناز یبا کلمات کہے۔

اُمّ المومنین

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی خاتون جنت حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی شان ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

یا فاطمة الا ترضین ان تکونی سیّدة نساء اھل الجنة او نساء المومنین (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰)

اے فاطمہ! کیا تم اس بات پر خوش نہ ہوگی کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو یا مومن عورتوں کی۔

اس ارشاد کے مطابق حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جنت کی اور مومنوں کی عورتوں کی سردار ہیں صرف عورتوں کی سردار فرمایا مردوں کی نہیں مگر خدا نے ازواج النبی کو جملہ مومنوں کی مائیں فرمایا مومن عورتوں کی بھی مائیں اور مومن مردوں کی بھی مائیں۔ اس ارشاد کے پیش نظر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صرف مومن عورتوں کی سردار ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مومن عورتوں اور مردوں کی ماں ہیں۔

محدثہ و فقیہ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت بڑی محدثہ وفقیہہ تھیں چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث سمجھنے اور کسی دوسرے مسئلہ کے سمجھنے میں مشکل پیش آتی تو ہم اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کا حل دریافت کرتے آپ اس مشکل کو حل فرمادیتیں کیونکہ آپ بہت بڑی عالمہ تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۶)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

اصحاب کرام در مشکلات احکام رجوع بوے مینمودند (مکتوبات شریف، ج ۲ ص ۵۹)

صحابہ کرام شرعی احکام کی مشکلات کے حل کیلئے اُم المومنین کی طرف رجوع کرتے۔

عائشہ کے گھر میں کھانا

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، میرا کچھ سال سے یہ طریقہ تھا کہ ہر سال کچھ طعام پکا کر اس کا ثواب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت فاطمہ اور حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پہنچاتا تھا ایک سال میں نے ایسا ہی کیا تو رات کو میں نے خواب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا میں نے حضور کو سلام عرض کیا تو حضور نے میری طرف توجہ نہ فرمائی اور اپنا روئے انور دوسری طرف پھیر لیا میں نے عرض کیا حضور اس کی وجہ کیا ہے؟ تو فرمایا:

من طعام در خانہ عائشہ میخورم ہر کہ مرا طعام فرستد نجانہ عائشہ فرستد

ترجمہ۔ میں کھانا عائشہ کے گھر میں کھاتا ہوں جسے مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ اس عائشہ کے گھر میں بھیجے۔

اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عدم توجہ کا باعث یہ بات ہے کہ کھانے کا ثواب پہنچاتے وقت میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نہیں لیتا تھا اس کے بعد میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جب بھی کھانا پکاتا تو ثواب پہنچاتے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بلکہ ساری ازواج مطہرات کا نام بھی لیتا۔ کیونکہ یہ سب اہل بیت میں شامل ہیں اور تمام اہل بیت کا توسل اختیار کرتا۔ (مکتوبات شریف، ج۲ ص۵۹، ۶۰)

دیکھیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کتنا بلند مقام ہے کہ ایصال ثواب میں حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرات حسنین کریمین کا نام لے لینے کے باوجود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت مجدد صاحب کے سلام کا جواب نہیں دیا اور رُخ انور پھیر لیا اور وجہ یہ فرمائی کہ یہ ایصالِ ثواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام کیوں نہیں لیتے جب کہ میں کھانا کھاتا ہی حضرت عائشہ کے گھر میں ہوں۔

فاتحہ دلانا بدعت نہیں

حضرت مجدد صاحب کی اس تحریر سے ثابت ہوا کہ کسی روز کچھ پکا کر بزرگانِ دین کو ایصالِ ثواب کرنا جسے عرف عام میں فاتحہ دلانا کہا جاتا ہے جائز ہے بدعت نہیں کیونکہ ماحی بدعت حضرت مجدد صاحب کا بھی دستور تھا اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کھانا پکا کر کسی بزرگ کے نام اس کا ثواب پہنچانا بیکار بات نہیں بلکہ ثواب پہنچتا ہے اگر نہ پہنچتا حضور یوں کیوں فرماتے کہ مجھے کھانا بھیجنا ہو وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں بھیجے اگر یہ امر بدعت ہوتا تو حضور اپنا رخِ انور پھیر لیتے اور سلام کا جواب نہ دینے کی وجہ بیان فرماتے کہ تم نے یہ کیا نیا طریقہ نکال لیا ہے کہ ہر سال کچھ پکا کر ہمارے نام ایصالِ ثواب کرتے ہو۔

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کو دیو بندی اور اہل حدیث حضرات بھی ماحی بدعت تسلیم کرتے ہیں لہٰذا سب کی معتمد علیہ ہستی کے اس ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ فاتحہ دلانا اور ایصالِ ثواب جائز اور حضور کی پسندیدہ چیز ہے۔

خدا چاھتا ھے رضائے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

اُم المومنین کا مقدس عقیدہ ملاحظہ فرمایئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں۔

ما اریٰ ربک الا یسارع فی ھواک (بخاری شریف ص ۷۰۶)

آپ کا ربّ آپ کی خواہش پوری کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

یعنی جو آپ چاہیں وہ ہو جاتا ہے برعکس اس کے مولوی اسماعیل دہلوی تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان، ص ٦٦)

گویا مولوی اسماعیل اُم المومنین کا ارشاد بھی نہیں مانتے پھر ایسے شخص کو مومنوں کی ماں سے کیا تعلق؟ مومنوں کی ماں کا لائق فرزند وہ ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم   خدا چاہتا ہے رضائے محمد

﴿حکایت نمبر۱۲﴾ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جبریل علیہ السلام

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

سلونی عن طرق السما وات فانی اعلم بھا من طرق الارض

مجھ سے آسمانوں کی راہوں کو پوچھ لو کیونکہ میں زمین کی راہوں سے زیادہ آسمانوں کی راہیں جانتا ہوں۔

اس وقت جبریل علیہ السلام ایک انسان کی شکل میں آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اگر آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے ہیں تو بتائیں اس وقت جبریل علیہ السلام کہاں ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی نظر آسمان کی طرف اُٹھائی اور دائیں بائیں دیکھا پھر اپنی نظر زمین کی طرف کر کے دائیں بائیں دیکھا اور پھر فرمایا میں نے جبریل کو آسمانوں پر کہیں نہیں دیکھا اور زمین پر بھی مجھے وہ کہیں نظر نہیں آیا اس لئے میں کہتا ہوں کہ تم ہی جبریل علیہ السلام ہو۔ (نزہتہ المجالس، ج۲ ص۱۷۵)

سبق...... حضرت مولانا رومی علیہ رحمہ فرماتے ہیں، لوح محفوظ است پیش اولیا یعنی لوح محفوظ وہ ہر وقت اولیاء کرام کے سامنے رہتی ہے لوح محفوظ وہ ہے جس کے متعلق قرآن پاک میں ہے۔

ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین (پ۷،ع۴)

یعنی کائنات کی ہر تر اور خشک چیز اس میں مکتوب ہے۔

گویا کائنات کی ہر چیز اولیاء کرام کے سامنے ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو سیّد الاولیاء ہیں پھر ان سے کائنات کی کوئی چیز کیسے غائب رہ سکتی ہے اور پھر جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھی آقا و مولیٰ بلکہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام کے بھی سیّد و سردار ہیں یعنی حضور سیّد المرسلین خاتم النبین سرورِ عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے علم کا کوئی اندازہ کیسے کر سکتا ہے؟ جن کے ایک غلام کا یہ علم ہو کہ جبریل بھی ان کی نظر سے غائب نہیں رہ سکتا۔

اس آقا کی نظر سے ہم تم یا کائنات کی کوئی چیز غائب رہ سکتی ہے؟ سچ کہا اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

باوجود اس حقیقت کے کس قدر جاہل و بے خبر ہے وہ شخص جس نے یہ دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہین قاطعہ، ص۵۱)

یہ براہین قاطعہ مولوی رشید صاحب گنگوہی کی لکھائی ہوئی اور ان کی مصدقہ کتاب ہے اور مولوی صاحب دیوبندی حضرات کے قطب الاقطاب ہیں ان قطب صاحب کی بے خبری ملاحظہ کیجیے کہ عالم ماکان و ما یکون کے علم سے ہی بے خبر ہیں۔

تو دانائے ماکان اور مایکون ہے

مگر بے خبر بے خبر دیکھتے ہیں

﴿حکایت نمبر۱۳﴾ جبریل و میکائیل علیہما السلام اور اونٹنی

ایک روز حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلہ خریدنے کیلئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چادر چھ درہم کو بیچی اور غلہ خریدنے کیلئے چل پڑے راستہ میں ایک سائل مل گیا اس نے سوال کیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب دِرہم اُسے دے دیئے آگے بڑھے تو ایک اعرابی کو دیکھا جو ایک اونٹنی لئے کھڑا تھا اُس نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا، علی! تم اس اونٹنی کو خرید لو چاہے قیمت پھر دے دینا میں یہ اونٹنی سو دِرہم کو بیچتا ہوں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اونٹنی سو درہم کی خرید لی اور اونٹنی لے کر آگے بڑھے تو ایک دوسرا اعرابی مل گیا وہ کہنے لگا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! یہ اونٹنی اگر بیچنے کو لے جا رہے ہو تو یہ لو ایک سو ساٹھ درہم اور اونٹنی مجھے دے دو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اونٹنی بیچ دی اور اعرابی سے ایک سو ساٹھ درہم وصول کر لئے۔ آگے بڑھے تو راستے میں پہلا اعرابی پھر ملا۔ اور اپنے سو درہم طلب کیے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سو درہم اسے دے دیئے اور ساٹھ درہم لے کر گھر تشریف لائے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ یہ ساٹھ درہم کہاں سے ملے تو فرمایا اپنے خدا سے تجارت کی تھی ساٹھ درہم نفع ہوا پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سارا واقعہ حضور سے بیان کیا تو حضور نے فرمایا پہلا اعرابی جبریل تھا اور دوسرا میکائیل اور اونٹنی وہ تھی جس پر قیامت کے روز میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوار ہوگی۔ (نزہتہ المجالس ص۱۹، ج ا)

سبق...... صدقہ وخیرات اور کسی حاجت مند سائل کا سوال پورا کرنا موجب رضائے حق ہے اور ایک ایسی تجارت ہے جو خدا تعالیٰ سے کی جاتی ہے جس میں سراسر نفع ہی نفع ہے نقصان کا اندیشہ تک نہیں۔ اُخروی فائدہ کے علاوہ اس دنیا میں بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كان فى حاجة اخيه كان الله فى حاجته ومن فرج عن مسلم
كربة فرج الله عنه كربة من كربات يوم القيامة (مشکوٰۃ شریف ص۴۱۴)

جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں رہا اللہ اس کی حاجت روائی میں رہتا ہے اور جس نے کسی مسلمان کی مصیبت دور کر دی اللہ نے قیامت کی مصیبتوں سے اس کی ایک مصیبت دور کر دی۔

اس حدیث میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی کی اعانت وحاجت روائی کا ارشاد فرمایا ہے اور کسی مصیبت میں مبتلا فرد کی مصیبت دور کرنے کی ہدایت فرمائی ہے کوئی حاجت مند سائل اور مصیبت زدہ فرد نظر آئے تو مسلمان پر لازم ہے کہ اس کا سوال پورا کر کے اس کی حاجت روائی کرے اور مصیبت زدہ فرد کی مدد کر کے اس کی مصیبت دور کرے۔

اللہ کی عطا سے اس کے بندے بھی حاجت روا و مشکل کشا ھیں

اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ خدا کی دی ہوئی توفیق سے اس کے بندے بھی حاجت روا ہیں اور دوسروں کی مصیبت دور کر سکتے ہیں۔حدیث میں لفظ فرج آیا ہے جو فرج سے بنا ہے اور فرج کا معنی ہے کشائش یعنی کھولنا (صراح) اور کربۃ کا معنی ہے مصیبت یا مشکل۔تو گویا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس مسلمان نے اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کھولی اللہ نے قیامت کی مشکلات سے اس کی ایک مشکل کھول دی دوسرے لفظوں میں یوں کہ لیجئے کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا مشکل کشا ہوا اللہ قیامت کے روز اس کا مشکل کشا ہوا۔'کشا' کا لفظ فارسی ہے جس کا معنی کھولنے والا ہے اس حدیث سے ثابت ہوگیا کہ اللہ کے بندے باذن اللہ مشکل کشا ہو سکتے ہیں۔

نوری مخلوق اعرابی کی شکل میں

یہ بھی معلوم ہوا کہ جبریل ومیکائیل دونوں اعرابی کی شکل میں آئے حالانکہ وہ دونوں نوری مخلوق تھے۔

اب کوئی جاہل اعرابی ان کی مثل بننے لگے تو یہ اس کی جہالت وگمراہی ہوگی جبریل ومیکائیل اگر چہ لباسِ اعرابی میں آئے مگر پھر بھی وہ حقیقت میں نور ہی تھے اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت نور ہے مگر وہ ہمارے پاس لباس بشریت میں تشریف لائے جس طرح جبریل ومیکائیل کا لباس اعرابی میں آنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اب وہ نور نہیں رہے اسی طرح ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا لباس بشریت میں آنا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہیں رہے۔حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں اور سراپا نور ہیں مگر ہم جیسے بشروں کی ہدایت کیلئے لباس بشریت میں ملبوس تشریف لائے ہیں۔

اس عالم میں آپ جو لباس بشریت میں تشریف لائے تو یہ محض لباس ہے اور لباس کے بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلا کرتی دیکھئے زید نے یورپ میں جا کر کوٹ پتلون پہنی اور پاکستان میں آکر شیروانی وشلوار پہن لی پنجاب میں سر پت عمامہ باندھا اور یوپی میں جا کر ہلکی پھلکی ٹوپی پہن لی اور بنگال میں جا کر ننگے سر ہی پھرنے لگے۔تو ان سب صورتوں میں جیسا دیس ویسا بھیس کے مطابق لباس بدلتا رہا مگر زید وہی زید کا زید رہے گا۔اسی طرح بلاتشبیہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور ہیں جب آپ اس عالم بشریت میں تشریف لائے تو آپ نے اس عالم کا لباس بشریت کے زیب تن فرمایا تو اس لباس بشریت کے زیب تن فرمانے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور ہونے میں کچھ فرق نہیں آیا بلکہ آپ پہلے بھی نور تھے اور اب بھی نور ہی ہیں۔

آپ کی آمد سے یہ گلخن بھی تو گلشن ہوا — آپ ہی کے نور سے ظلمت کدہ روشن ہوا
مرحبا صل علیٰ نور نبی کہنا ہے کیا — تجھ سے مہ روشن ہوا اور مہر بھی روشن ہوا

﴿حکایت نمبر۱۴﴾ جبریل علیہ السلام نے شہادتِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خبر دی

ایک روز حضرت اُم الفضل حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج میں نے بہت ڈراؤنا ایک خواب دیکھا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ کیا؟ عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! وہ بہت ہی سخت ہے فرمایا تم بتاؤ کیا دیکھا ہے؟ عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے دیکھا کہ آپ کے جسد اقدس سے ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا یہ تو بڑا اچھا خواب دیکھا ہے میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر ان شاء اللہ فرزند پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل نے انہیں اپنی گود میں اُٹھا لیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہی ہوا۔

حضرت ام الفضل فرماتی ہیں ایک روز میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو حسین کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گود میں ڈال دیا میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی آنکھوں میں یہ آنسو کیسے؟ فرمایا ابھی ابھی جبریل آیا ہے اس نے مجھے خبر دی ہے کہ میری امت اس میرے بیٹے کو شہید کردے گی میں نے عرض کیا اس کو؟ فرمایا ہاں اسی کو پھر فرمایا جبریل اُس میدان (کربلا) کی یہ سُرخ مٹی بھی لے کر آیا۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۶۴)

سبق..... حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہت بڑی شان ہے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لختِ جگر ہیں چنانچہ حضرت ام الفضل کے خواب کی آپ نے یہی تعبیر بیان فرمائی کہ میرے جسم انور کا وہ ٹکڑا حسین ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فی الارحام کا بھی علم عطا ہوا اسی لئے آپ نے فرمایا کہ میری بیٹی کے گھر فرزند پیدا ہوگا چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا اور مقام شہادت دشتِ کربلا کا بھی علم تھا۔

ایک اعتراض کا جواب

اگر کوئی اعتراض کرے کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا تو آپ نے نواسہ کو روکا کیوں نہیں! کربلا کا رُخ ہرگز کبھی اختیار نہ کرنا ورنہ یزیدیوں کے ہاتھوں قتل ہو جاؤ گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ معترض شہادت کے علو مرتبت سے ناواقف ہے شہادت تو ایک بہت بڑا مرتبہ ہے خدا نے شہید کو زندہ قرار دیا ہے۔ فرمایا:

ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون (پ۲،ع۲)

اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔

اس آیت میں شہیدوں کو مردہ نہ کہنے کا حکم ہے یعنی اُسے مردہ نہ کہو ممکن ہے کوئی سمجھتا کہ خدا نے صرف مردہ کہنے سے روکا ہے ویسے ہوتے وہ مردہ ہی ہیں اس شک کو دوسری آیت میں دور فرما دیا۔ اور فرمایا:

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون (پ۴،ع۸)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے ربّ کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں۔

یہ ہے شان شہید کی کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ شہادت کے بعد زندہ ہے روزی پاتا ہے اُسے مردہ نہ کہو نہ مردہ سمجھو وہ زندہ ہے ہاں تمہیں خبر نہیں۔

ولٰکن لا تشعرون ہاں تمہیں خبر نہیں ہماری بے خبری سے شہید کی زندگی میں فرق نہیں آسکتا۔ دیکھئے ہم سب اپنی پیدائش سے پہلے اپنی اپنی ماؤں کے شکموں میں تھے اور زندہ تھے زندہ ہی تھے تو زندہ پیدا ہوئے مگر ماں کے پیٹ کی اپنی زندگی کی ہمیں خبر نہیں باوجود اس کے ہمیں یقین ہے کہ ماں کہ پیٹ میں زندہ تھے اسی طرح شہید کی قبر کی زندگی سے اگر چہ ہم بے خبر ہیں مگر ہمیں اس زندگی کا بھی یقین ہے۔

شہادت کی بلند و بالا شان

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شہادت کا علّو مرتبت دکھانے کیلئے فرمایا۔

والذی نفسی بیدہ لوددت انی اقتل فی سبیل اللّٰہ ثم احیٰ ثم اقتل

ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل (بخاری شریف، ج ا ص ۳۹۱)

بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ کی راہ میں میں شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہوں پھر زندہ کیا جاؤں۔

پھر شہید ہوں، پھر زندہ کیا جاؤں۔ پھر شہید ہوں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں میں یہی جذبہ پیدا فرمایا حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا مانگا کرتے تھے، الٰہی مجھے اپنے رسول کے شہر میں شہادت عطا فرما۔ (بخاری شریف، ج ا ص ۳۹۱)

شہید کو جامِ شہادت نوش کرتے وقت جو لذت و کرامت حاصل ہوتی ہے اس کی اہمیت ملاحظہ فرمائیے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کوئی بھی جنتی جنت سے نکل کر پھر اس دنیا میں آنا نہ چاہے گا اگر چہ ساری دنیا کا مال بھی اسے مل جائے مگر شہید کی یہ تمنا ہوگی کہ میں پھر دنیا میں جاؤں اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں شہید ہوں۔ (مشکوٰۃ شریف، ص ۲۲۲)

شاعر نے خوب لکھا ہے۔

مزہ مرنے کا عاشق بیاں کبھی کرتے مسیح و خضر بھی مرنے کی آرزو کرتے

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے مبارک حالات پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ وہ جامِ شہادت پینے کے مشتاق رہتے تھے۔ اجلہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ چھوٹی عمر کے بچوں میں بھی جذبہ شہادت موجود تھا چنانچہ ابو جہل جیسے بڑے کافر کو دو چھوٹے چھوٹے بچوں نے فی النار کیا تھا۔

یہی جذبہ شہادت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسوں حسنین کریمین علیہم الرضوان میں بھی موجود تھا جس جذبہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود انتہائی پیار تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُس جذبہ کو کیوں روکتے اور انہیں فرماتے کہ بیٹا کربلا کا رُخ ہرگز نہ کرنا معترض چاہتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیارے نواسے کو مراتب علیا حاصل کرنے سے روک دیتے۔

الزامی جواب

یہ کہنا کہ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم تھا تو آپ نے اپنے نواسے کو روکا کیوں نہیں ہم کہتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے:

ان الذین یکفرون بآیات اللہ ویقتلون النبین بغیر حق (پ۳ ع ۱۱)

جو اللہ کی آیتوں سے منکر ہوتے ہیں اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے ہیں۔

وکفرھم بآیٰت اللہ وقتلھم الانبیاء بغیر حق (پ۶ ع۲)

ہم نے ان پر لعنت کی اور اس لئے کہ وہ آیاتِ الٰہی کے منکر ہوئے اور انبیاء کو ناحق شہید کرتے۔

ان آیات میں یہودیوں کا ذکر ہے کہ وہ اللہ کے نبیوں کو ناحق شہید کرتے رہے معترض بتائے کہ اللہ کو تو علم تھا کہ میں نے اگر ان نبیوں کو بھیجا تو یہودی ان کو قتل کردیں گے پھر اللہ نے ان نبیوں کو بھیجا ہی کیوں! پس جو جواب یہاں ہوگا وہی جواب ہمارا ہوگا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضور اگر مشکل کے وقت مدد فرماسکتے ہیں تو حضور علیہ السلام نے کربلا میں اپنے نواسوں کی مدد کیوں نہ کی؟ بات پھر وہی ہوئی کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کو اُخروی کامیابی اور شہادت کا بلند مرتبہ حاصل کرنے سے کیوں نہ روک دیا؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مدد فرمائی

آیئے دیکھیں! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کربلا میں اپنے پیاروں کی مدد فرمائی یا نہ فرمائی؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مدد کرنے کا جو اپنا انداز بیان فرمایا ہے پہلے وہ معلوم کرلیجئے۔ خدا فرماتا ہے:

وکان حقا علینا نصر المؤمنین (پ۲۱، ع۱۱)

اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے مسلمانوں کی مدد فرمانا۔

یعنی مسلمانوں کی مدد فرمانا ہمارے ذمہ ہے۔ اب دیکھئے خدا کی مدد فرمانے کا طریق کیا ہے؟ فرمایا:

یایھا الذین اٰمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت قدا منکم (پ۲۶، ع۵)

اے ایمان والو! اگر دین خدا کی مدد کرو گے اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا۔

دوسرے مقام پر فرمایا، اور تمہارے دل کی ڈھارس بندھادے اور اس سے تمہارے قدم جمادے۔

خدا کی اس مدد سے مسلمان ہمیشہ اعدائے دین سے ثابت قدم رہ کر قتال کرتے رہے۔ مورخین نے واقعات کربلا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یزید کی بیعت کرنے سے انکار کردیا اور اس کے فسق و فجور کے سامنے

ڈٹ گئے تو حضور کبھی مدینہ منورہ میں اور کبھی میدان کربلا میں رات کو خواب میں اپنے پیارے نواسے کو اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرما کر انہیں اس امتحان گاہ میں ثابت قدم رہنے کی تلقین فرماتے اور ان کیلئے صبر و اجر کی دعائیں فرماتے ہیں۔ یہ حضور ہی کی تلقین اور دعاؤں کا کرشمہ تھا کہ ۲۷ ہزار سے بھی زیادہ یزیدیوں کے مقابلہ میں صرف ۷۲ نفوس قدسیہ کی معیت میں مقابلہ میں ڈٹ گئے اور ثابت قدم رہے منہ نہیں پھیرا پیٹھ نہیں دکھائی بے مثال ہمت و بہادری اور انتہائی عزم و استقلال حوصلہ و جرأت اور صبر و شکر کے ساتھ یزیدیوں کا مقابلہ کیا فرشیوں عرشیوں سے دادِ تحسین حاصل کی اور قیامت تک کیلئے اپنا نام روشن فرما دیا۔

رونا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے جب شہادتِ حسین کی خبر سنی تو چشمان مبارک سے آنسو آ گئے۔ اس سے **معلوم** ہوا کہ ذکرِ شہادت سن کر خود بخود اگر آنسو آ جائیں تو یہ جائز ہے صرف رونے کی حد تک یہ جواز ہے اور جزع و فزع سینہ کوبی ماتم وغیرہ شرعاً ناجائز ہے صرف رونا بھی جو بغیر تکلف کے آ جائے جائز ہونے کے باوجود ایک درس بھی دیتا ہے اور وہ یہ کہ

صرف رو لینے سے قوموں کے نہیں پھرتے ہیں دن	جانفشانی بھی ہے لازم اشک افشانی کے ساتھ
آنکھ میں آنسو ہوں دل میں ہو شرارِ زندگی	شعلۂ آتش بھی ہو بہتے ہوئے پانی کے ساتھ

یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر رونے والا ضروری نہیں کہ سچا ہی ہو اگر ہر رونے والا سچا ہی مانا جائے تو پھر دنیا بھر میں کوئی عورت جھوٹی نہیں جنہیں بات بات پر خواہ مخواہ رونا آ جاتا ہے آ بھی نہیں جاتا بلکہ وہ رونا شروع کر دیتی ہیں رونے کی تائید میں بعض لوگ حضرت یعقوب علیہ السلام کا رونا پیش کرتے ہیں حالانکہ وہ بناوٹی اور جھوٹا رونا نہ تھا سچا تھا۔ اس لئے قرآن پاک میں آتا ہے:

اور اس کی آنکھیں غم سے سفید ہو گئیں۔ (پ۱۳، ع۴)

مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ کا غم انتہا کو پہنچ گیا اور روتے روتے آپ کی آنکھ کی سیاہی کا رنگ جاتا رہا اور بینائی ضعیف ہو گئی یہ غم آپ کا سچا تھا رونا بھی سچا تھا آج بھی اگر یہ غم منانے والے اور آنسو بہانے والے سچے ہوتے انہیں سچا غم ہوتا اور ان کا رونا سچا ہوتا تو کم از کم ان میں سے کوئی ایک ہی آج تک اندھا ہو گیا ہوتا مگر ایسا کبھی نہیں ہوا۔

شہادت کی عظمت و اہمیت آپ پڑھ چکے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد بھی آپ نے پڑھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خود بھی شہادت سے بڑا پیار تھا مگر آیئے اب ان برائے نام محبان حسین کی ایک روایت پڑھ کر اندازہ کیجئے کہ ان لوگوں نے اہل بیت عظام کی برائے نام محبت کے رنگ میں کس قدر توہین کی ہے۔ چنانچہ اصول کافی کے صفحہ ۲۹۴ پر ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر بشارت دی کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر ایک بچہ پیدا ہوگا جسے تمہاری اُمت تمہارے بعد شہید کر دے گی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہا مجھے فاطمہ سے پیدا ہونے والے ایسے بچہ کی کوئی ضرورت نہیں جسے میری اُمت شہید کر دے گی۔ جبریل واپس آسمان پر گئے اور پھر اترے اور وہی کہا جو پہلے کہا تھا حضور نے پھر وہی جواب دیا کہ مجھے ایسے بچہ کی جو شہید کیا جائے گا کوئی ضرورت نہیں جبریل پھر آسمان پر گئے پھر اترے اور کہا اللہ فرماتا ہے کہ اس بچہ کی اولاد میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کروں گا یہ سن کر حضور راضی ہوئے پھر فاطمہ کو پیغام بھیجا کہ خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ تجھ سے ایک بچہ پیدا ہوگا جسے میری امت شہید کر دے گی تو فاطمہ نے جواب بھیجا کہ مجھے ایسے بچہ کی کوئی حاجت نہیں جسے تمہاری امت شہید کر دے گی حضور نے پھر یہ پیغام بھیجا کہ اللہ نے اس کی اولاد میں امامت اور ولایت اور وصیت مقرر کی ہے تو فاطمہ نے کہلا بھیجا کہ میں راضی ہوگئی۔

اس روایت سے جو نتائج ظاہر ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

خدا تعالیٰ جبریل علیہ السلام کے ذریعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک بچہ کی بشارت دیتا ہے کہ فاطمہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوگا جو شہید ہو جائے گا بشارت کا معنی ہے خوشخبری خدا اپنے رسول کو خوشخبری دیتا ہے ایک شہید ہو جانے والے بچہ کی ولادت کی اطلاع دیتا ہے مگر رسول اور فاطمہ خدا کی عظمت و جلال کا (معاذ اللہ) کچھ بھی خیال نہ کر کے بڑی جرأت کیساتھ بار بار اس انعام خداوندی کو رد کر دیتے ہیں اگر کوئی دنیاوی بادشاہ کسی امیر کو انعام دینا چاہے اور وہ اس طرح رد کر دے تو یہ بادشاہ کی توہین سمجھی جاتی ہے۔

دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ جس چیز کو اللہ نے رسول اور حضرت فاطمہ کیلئے موجب نعمت و رحمت تجویز کیا اور اس کی خوشخبری سنائی ان دونوں نے اس کو اپنے لئے مصیبت اور قابل رد سمجھا گویا اللہ کو حکیم و خبیر نہ جانا اور اپنی رائے اللہ کی تجویز پر مقدم سمجھی اور یہ خیال نہ کیا کہ جس چیز کی اللہ نے بشارت بھیجی ہو وہ ضرور بہت بڑی نعمت ہوگی۔ تیسرے یہ کہ شہادت فی سبیل اللہ میں وہ دونوں کچھ بھی فضیلت نہ جانتے تھے بلکہ شہادت کو حقیر اور قابل رد سمجھتے تھے۔ ان نتائج کے پیش نظر معلوم ہوا کہ دشمنانِ صحابہ کرام نہ صرف صحابہ ہی کے بلکہ اہل بیت عظام کے بھی گستاخ ہیں۔

یہ ہیں اللہ کے پیاروں کے دشمن نبی کی آل اور یاروں کے دشمن

﴿حکایت نمبر۱۵﴾ جبریل علیہ السلام کا مشاہدہ

ایک مرتبہ حضور نے جبریل سے پوچھا تم نے مشرق و مغرب کو دیکھا ہے کہیں میرے جیسا بھی دیکھا ہے جبریل نے عرض کیا حضور میں نے مشارق و مغارب کو دیکھ ڈالا کہیں بھی کسی کو آپ سے افضل نہ پایا۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آپ کا ربّ آپ کیلئے فرماتا ہے کہ میں نے اگر ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے اور میں نے کوئی بھی ایسا نہیں بنایا جو آپ سے زیادہ مجھے محبوب ہو اور میں نے ساری دنیا اور دنیا والوں کو صرف اس لئے بنایا ہے کہ تمہاری شان اور میرے نزدیک جو عزت ہے وہ میں انہیں بتاؤں اور دکھاؤں۔ اے میرے محبوب! میں نے اگر تمہیں نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ص۲۹)

سبق...... جبریل امین کے اس مشاہدہ نے اس حقیقت کو اور بھی زیادہ آشکار کر دیا کہ خدا کی ساری خدائی میں کوئی بھی حضور سے افضل نہیں حضور ہی سب سے افضل ہیں اور بعد از خدا بزرگ توئی کو مصداق۔ کوئی حضور کی مثل ہو ساری کائنات میں ایسا کوئی پیدا ہی نہیں کیا گیا اگر کوئی بدبخت ایسا دعویٰ کرے تو وہ ایک زاغ ہے جسے بلبل کی ہمسری کا دعویٰ ہے ایک شیطان ہے جسے فرشتے کی برابری کا خیال خام ہے ایک قطرہ ناپاک ہے جسے آبِ زمزم سے مماثلت کا گمان ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے خلیل اور حضور اللہ کے حبیب ہیں خلیل مرضیٔ خدا چاہتا ہے اور مرضیِ حبیب خدا چاہتا ہے۔

صاحبِ لمعات فرماتے ہیں:

هو جامع للخلة والتكليم ولاصطفاء والمناجاة مع شيٍ زائد لم يثبت لاحد وهو كرنه محبوب الله الحبة الخاصة ألتى هى من خواصه (حاشیہ مشکوٰۃ، ص۵۰۵)

حضرت آدم کا اصطفا، موسیٰ علیہ السلام کی تکلیم اور عیسیٰ علیہ السلام کی مناجات، حبیب اللہ ان سب کا جامع ہے ایک اور وصف زائد بھی اس میں شامل ہے اور حضور کا محبت خاص سے خدا کا محبوب ہونا ہے جو کسی دوسرے پیغمبر کو حاصل نہیں۔

معلوم ہوا کہ ساری کائنات میں ہمارے حضور جیسا کوئی نہیں ہے۔

جبریل سے کہنے لگے اک روز یوں شاہِ امم ۔۔۔ تم نے دیکھا ہے جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم

یوں کہا جبریل نے اے مہ جبیں تیری قسم

آفاقہا گردیدہ ام مہرِ بتاں ورزیدہ ام ۔۔۔ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ربّ جلیل اور مولوی اسماعیل

خدا نے یہ ساری کائنات صرف اس لئے پیدا کی ہے تاکہ وہ اپنے محبوب کی شان وعزت ساری کائنات کو بتائے اور دکھائے کہ میرے محبوب کی میری نظر میں دیکھو کتنی بڑی شان ہے اور میری بارگاہ میں اس کی کتنی عزت ہے مگر افسوس کہ مولوی اسماعیل دہلوی پر جس نے یہ لکھ دیا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اور اولیاء اس کے روبرو ایک ذرّہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص ۶۳)

خدا تو اپنے محبوب کی شان وشوکت اپنے روبرو بہت بڑی بتائے اور ساری کائنات ہی اسی لئے بنائے تاکہ کائنات محبوب خدا کی بارگاہ خدا میں شان وعزت دیکھے مگر مولوی اسماعیل دہلوی خدا کے ارشاد کے برعکس نہ صرف حضور ہی کو بلکہ سارے نبیوں اور ولیوں کو بھی خدا کے روبرو ذرہ ناچیز سے کمتر بتائے اس ذرہ ناچیز سے بھی کمتر مولوی اسماعیل کا یہ قول خدا تعالیٰ کے مقدس ارشاد کے روبرو ایک قول خبیث سے بھی بدتر ہے۔ آخر میں خدا نے فرمایا اے میرے محبوب! میں نے اگر تمہیں نہ بنایا ہوتا تو ساری دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔

زمین وزماں تمہارے لئے مکین ومکاں تمہارے لئے
چنین وچناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے

﴿حکایت نمبر۱۶﴾

جبریل علیہ السلام کی حاجت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، شبِ معراج جبریل میرے ساتھ تھا سدرۃ المنتہیٰ کا مقام آیا تو جبریل وہاں رُک گیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، میں نے جبریل سے کہا کہ ایسے مقام میں دوست دوست کو چھوڑ دیتا ہے یہاں رُک کیوں گئے؟ جبریل نے عرض کیا حضور! اس مقام سے اگر میں ذرہ بھر بھی بڑھا تو تجلیات کے نور سے میں جل جاؤنگا اب آگے جانا آپ ہی کی شان ہے حضور نے فرمایا اچھا اے جبریل ہم تنہا ہی آگے جا رہے ہیں بتاؤ تمہاری کوئی حاجت ہے؟ اگر کوئی حاجت ہے تو بیان کرو ہم اللہ سے تمہاری حاجت پوری کرا لائینگے جبریل نے عرض کیا ہاں حضور میری ایک حاجت ہے میری طرف سے خدا سے سوال کیجئے کہ قیامت کے روز جب تمام اُمتیں پل صراط سے گزر رہی ہوں جب حضور کی امت گزرنے لگے تو میری یہ تمنا ہے کہ میں پل صراط پر اپنے پر بچھا دوں تا کہ آپ کی امت اس پر سے آسانی کے ساتھ گزر جائے۔ (مواہب لدنیہ، ج۲ص۲۹)

سبق...... جبریل امین فرشتوں کے سردار ہیں شب معراج سدرہ پر آکر رک گئے اور حضور سے عرض کیا ؎

اگر یک سر موئے بر تر پرم　　　فروغِ تجلی بسوزد پرم

حضور! آگے آپ ہی تشریف لے جایئے میں اب اگر آپ کے ساتھ آگے چلا تو فروغ تجلی سے میرے پر جل جائیں گے جبریل امین سدرہ سے آگے نہ جا سکے مگر حضور آگے بڑھ گئے اور جبریل نے بھی یہی کہا کہ آگے جانا آپ کی شان ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور کی نورانیت جبریل کی نورانیت سے کہیں زیادہ تھی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں:

اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر　　　بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری کائنات میں بے مثل ہیں حتیٰ کہ جبریل امین بھی ان کی مثل نہیں ہو سکتے جبریل امین نے نہ خود کو حضور کی مثل جانا۔ اگر وہ حضور کو اپنی مثل سمجھتے تو سدرہ پر خود رکے تھے حضور کو بھی روک کر کہتے کہ حضور میں یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتا آپ بھی آگے مت بڑھیں اور اگر خود کو حضور کی مثل جانتے تو سدرہ پر نہ رکتے اور حضور کے ساتھ چل پڑتے مگر نہ حضور کو روکا نہ خود آگے بڑھے گویا نہ حضور کو اپنی مثل سمجھا نہ خود کو حضور کی مثل جانا۔ الحمد للہ اہلسنّت کا وہی عقیدہ ہے جو جبریل کا ہے۔

وسیلہ عظمیٰ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ ہم اللہ سے پوری کرالائیں گے۔ گویا حضور نے اس امر کا اظہار فرمایا کہ حقیقی حاجت روا تو اللہ ہی ہے مگر اس کی یہ حاجت روائی میرے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے اگر حضور کا وسیلہ ضروری نہ ہوتا تو جبریل امین کہہ دیتے۔ حضور! مجھے اگر اللہ سے کوئی حاجت ہوئی تو میں خود اس سے کہہ لوں گا آپ سے کہنے کی مجھے کیا حاجت ہے؟ جبریل نہیں کہا اور اپنی حاجت کا حضور ہی سے ذکر کیا اور عرض کیا کہ قیامت کو روز پل صراط پر آپ کی امت کیلئے اپنے پر بچھادوں میری اس حاجت کو اللہ کے حضور آپ پیش کریں تا کہ خدا میری اس حاجت کو پورا فرمادے۔

اسی لئے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ؎

بے اُن کے واسطہ کے خدا کچھ عطا کرے   حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بصر کی ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اتنے شرف کی بات ہے کہ جبریل امیں بھی حضور کے غلاموں کیلئے اپنے پر بچھانے کی تمنا رکھتے ہیں۔

زاہد اُن کا میں گنہگار وہ میرے شافع   اتنی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے

جبریل اور ملک الموت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرضِ وصال شریف میں بیمار ہوئے تو جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کی عزت افزائی کیلئے صرف آپ کی خاطر مجھے آپ کی مزاج پرسی کیلئے بھیجا ہے وہ پوچھتا ہے آپ کا کیا حال ہے حالانکہ وہ آپ سے زیادہ آپ کا حال جانتا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں مغموم ومکروب ہوں دوسرے دن جبریل پھر حاضر ہوئے اور اللہ کی طرف سے حال پوچھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا جبریل نے عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! آج میرے ساتھ اسمٰعیل نام کا فرشتہ بھی آپ کی مزاج پرسی کیلئے آیا ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کون ہے؟ جبریل نے بتایا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ فرشتہ ایک لاکھ فرشتوں کا سردار ہے اور اس کے ماتحت جو لاکھ فرشتے ہیں جو ان میں سے ہر فرشتہ ایک ایک لاکھ فرشتوں کا سرادار ہے یعنی یہ اسمٰعیل ایک ایک لاکھ فرشتوں کے ایک سرداروں کا ایک سردار ہے۔ آپ کی مزاج پرسی کیلئے حاضر ہوا ہے جبریل نے پھر عرض کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آج میرے ساتھ ملک الموت بھی آیا ہے اور آپ سے اجازت طلب کرتا ہے جب کہ اس نے آج تک کبھی کسی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد کسی سے اجازت طلب کریگا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر آپ اسے اجازت دیں تو وہ حاضر ہو جائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُسے اجازت ہے اُسے آنے دو۔ چنانچہ اجازت پا کر ملک الموت حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں آپ کا ہر حکم مانوں جو آپ فرمائیں وہی کروں اگر آپ فرمائیں تو میں روح مبارک کو قبض کروں۔ مرضی نہ ہو تو واپس چلا جاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ایسا ہی کرو گے ملک الموت نے عرض کیا ہاں حضور مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں آپ کی مرضی کے مطابق کام کروں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبریل کی طرف دیکھا جبریل نے عرض کیا حضور! اللہ تعالیٰ آپ کے لقاء ووصال کو چاہتا ہے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملک الموت کو فرمایا تمہیں روح قبض کرنے کی اجازت ہے جبریل نے عرض کیا حضور! اب جب کہ آپ تشریف لے جا رہے ہیں تو پھر زمین پر یہ میرا آخری پھیرا ہے اس لئے کہ میرا مقصود تو صرف آپ تھے اس کے بعد ملک الموت روح المبارک کے قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا۔ (مواہب لدنیہ، ج ۲ ص ۳۷۱۔ مشکوٰۃ شریف، ص ۵۴۱)

سبق ...... ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ملاحظہ فرمائیے کہ حضور بیمار ہوئے تو خدا تعالیٰ جو غنی عن العالمین ہے حضور کی بیمار پرسی فرماتا ہے دستور ہے کہ دوست بیمار پڑے تو بیمار پرسی کیلئے دوست آتے ہیں حضور اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ حضور کا محبّ محبوب بیمار ہو اور محبّ بیمار پرسی کیلئے نہ آئے؟ یہ کیسے ممکن ہے مگر چونکہ اللہ تعالیٰ خدا ہے کبریا ہے اور آنے جانے کی کیفیات سے پاک و منزہ ہے اس نے جبریل کو بھیجا تا کہ وہ خدا کی طرف سے حضور کی بیمار پرسی کرے اور محبت کا تقاضا پورا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت خدا ہی کی طرف سے تھی اور اُسے حضور کے حال کا علم بھی تھا مگر پھر بھی حضور کی محبوبیت کا تقاضا یہی تھا کہ محبّ علم ہونے کے باوجود محبوب سے پوچھے کہ پیارے تیرا کیا حال ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ پوچھنے والا ضروری نہیں کہ بے خبر ہی ہو باخبر ہو کر بھی بعض اوقات کسی سے سوال میں حکمت ہوتی ہے۔

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جلالتِ شان دیکھئے کہ خدا تعالیٰ بیمار پرسی فرما رہا ہے مسلسل تین روز پھر تیسرے روز آپ کی بیمار پرسی کیلئے جبریل کے ساتھ ایک ایسا فرشتہ بھی حاضر ہوا جو ایک ایک لاکھ فرشتوں کے ایک سرداروں کا سردار ہے لاکھوں کروڑوں فرشتوں کا سردار ساری کائنات کے سردار کی عیادت کیلئے حاضر ہوتا ہے ایک وہ بھی ہیں جو بیمار پڑ جائیں تو حقیقی بیٹا بھی قریب نہیں آتا قریب آتا بھی ہے تو فرشتہ اور فرشتہ بھی وہ جسے ملک الموت کہتے ہیں اور وہ بھی بیمار پرسی کیلئے نہیں بلکہ 'روح کشی' کیلئے آتا ہے پھر ایسے لوگ اگر حضور کی مثل بننے لگیں تو ملک الموت ہی انہیں سنبھالے۔

حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح اقدس قبض کرنے کیلئے ملک الموت تنہا نہیں آیا بلکہ جبریل کے ساتھ آیا اور حاضری کیلئے جبریل کی وساطت سے اجازت چاہی جب کہ اس نے اس سے پہلے کبھی کسی سے اجازت طلب کی تھی نہ آئندہ کرے گا یہ صرف اور صرف ہمارے حضور ہی کی جلالتِ شان ہے کہ ملک الموت بھی حاضر ہونے سے پہلے اجازت طلب کرتا ہے حضور نے حاضری کی اجازت دی تو حاضر ہوا اور پھر عرض یہ کیا کہ حضور! اللہ نے مجھے آپ کی طرف یہ کہہ کر بھیجا ہے کہ میں اپنی مرضی نہ کروں بلکہ آپ کے حکم کی تعمیل کروں حضور چاہیں تو روح اقدس کو قبض کروں نہ چاہیں تو واپس چلا جاؤں گویا حضور کا وصال مبارک آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ حضور نے اپنے اللہ کی لقاء وصال کی خاطر اجازت دیدی اور ملک الموت روح اقدس کو قبض کرنے کے شرف سے مشرف ہوا۔ کس قدر جہالت اور ظلم ہے اگر آج کوئی اس بے مثل ذات گرامی کی مثل بننے لگے جبکہ ہمارا یہ حال ہے کہ

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے   اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

﴿حکایت نمبر ۱۸﴾

جبریل علیہ السلام کی بشارت

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال شریف کے وقت جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! آج آسمانوں پر حضور کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں خدا تعالیٰ نے داروغہ جہنم ملک کو حکم دیا کہ مالک! میرے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح مبارک آسمانوں پر تشریف لا رہی ہے اس اعزاز میں دوزخ کی آگ بجھا دے اور حورانِ جنت کو حکم دیا کہ تم سب اپنی تزئین و آراستگی کرو اور سب فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ تعظیم روحِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے سب صف بہ صف کھڑے ہو جاؤ۔ اور مجھے حکم فرمایا ہے کہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو بشارت دوں کہ تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر جنت حرام ہے جب تک آپ اور آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے اور کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر آپ کی طفیل اس قدر بخشش و مغفرت کی بارش فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔

سبق...... حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقعہ پر استقبال کی تیاریاں کرنا۔ تزئین و آراستگی اختیار اجتماعی رنگ میں خوشی کا مظاہرہ کرنا محافل میلاد کا انعقاد کرنا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم کیلئے قیام کرنا یہ سب امور مستحسنہ ہیں اور فرشتوں و حورانِ جنت کا بھی معمول ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقعہ پر خوشی منانے کو ناجائز و بدعت کہنا گویا خدا کی معصوم مخلوق فرشتوں کو بھی اپنی اس جاہلانہ تیراندازی کا ہدف بنانا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشی میں دوزخ کی آگ بھی بجھا دی گئی پھر اگر بد بخت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقعہ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو خوشی مناتے دیکھ کر بغض و حسد کی آگ میں جلنا شروع کر دے تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ دوزخ کی آگ اس کیلئے نہیں بجھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بدولت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلاموں کو یہ شرف حاصل ہوا کہ وہ سب امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہونگے اور ان پر خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم کی اس قدر بارش فرمائیگا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوش ہو جائیں گے اور اس حقیقت کا اظہار ہو جائے گا کہ۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد

(صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

☆ .... ☆